اتحاد مذاہب یا اتحاد مقاصد......!

ان نارنگیوں کے ساتھ اور اس اختلاف استعداد کے باوجود ایک چیز تھی جو مشترک طور سے سب میں نمایاں تھی، وہ ایک بجلی تھی جو سب میں کوندرہی تھی، ایک روح تھی جو سب میں تڑپ رہی تھی۔ وہ بادشاہ ہوں یا گدا، امیر ہوں یا غریب، حاکم ہوں یا محکوم، قاضی ہوں یا گواہ، افسر ہوں یا سپاہی، استاد ہوں یا شاگرد، عابد و زاہد ہوں یا کاروباری، غازی ہو یا شہید، توحید کا نور، اخلاص کی رو، قربانی کا ولولہ، خلق کی ہدایت اور رہنمائی کا جذبہ اور بالآخر ہر کام میں خدا کی رضا طلبی کا جوش ہر ایک کے اندر کام کر رہا تھا۔ وہ جو کچھ بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں اور جو بھی کر رہے ہوں، یہ فیضان حق سب میں یکساں اور برابر تھا۔ راستوں، رنگتوں اور مذاقوں کا اختلاف تھا۔ ہر رنگ، ہر راستہ اور ہر کام سے مقصود دنیا کی درستی، خلق کی ہم دردی، خدا کے نام کی اُونچائی اور حق کی ترقی تھی اور اس کے سوا کوئی چیز ان کے پیش نظر نہ تھی۔ (مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ)

عقائد واعمال کا جامع نمونہ

عبادات میں نماز کو مرکز عمل ٹھہرایا جس کے ترک کر دینے کے بعد تمام دائرہ اعمال منہدم ہو جاتا ہے:

((فمن أقامها فقد أقام الدين ، ومن تركها فقد هدم الدين .))

[جس نے نماز قائم کی اس نے دین کی عمارت قائم رکھی۔ اور جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے گویا دین کی عمارت کو منہدم کر دیا۔]

اور اسی لیے یہ بات ہوئی:

"كان أصحاب رسول الله ﷺ لايرون شيئًا من الأعمال تركه كفر غير الصلاة ." (ترمذي)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی عمل کے ترک کر دینے کو کفر نہیں سمجھتے تھے مگر نماز کے ترک کو۔

نماز ہی وہ عمل عظیم ہے جو اسلام کے تمام عقائد واعمال کا جامع ترین نمونہ ہے۔ کس طرح سیکڑوں، ہزاروں منتشر افراد مختلف مقاموں، مختلف جہتوں، مختلف شکلوں اور مختلف لباسوں میں آتے ہیں لیکن یکا یک صدائے تکبیر سب کے انتشار کو ایک کامل اتحادی جسم میں تبدیل کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ ہزاروں اجزاء کا یہ منتشر مواد بالکل جسم واحد کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ سب کے وجود ایک ہی صف میں جڑے ہوئے، سب کے کاندھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے، سب کے قدم ایک ہی سیدھ میں، سب کے چہرے ایک ہی جانب۔ قیام کی حالت ہے تو سب ایک جسم واحد کی طرح کھڑے ہیں، جھکاؤ ہے تو تمام صفیں بہ یک وقت جھکی ہوئی ہیں۔ ظاہر کے ساتھ باطن بھی یکسر متحد وممزوج۔ سب کے دل ایک ہی کی یاد میں محو، سب کی زبانیں ایک ہی کے ذکر میں مترنم، پھر دیکھو، سب کے آگے صرف ایک ہی وجود امام کا نظر آتا ہے جس کے اختیار میں جماعت کے تمام اعمال وافعال کی باگ ہوتی ہے۔ جب چاہے سب کو جھکا دے جب چاہے سب کو اُٹھا دے۔

(مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی حفظہ اللہ

06 ربیع الثانی 1435ھ جمعۃ المبارک 07 فروری تا 13 فروری 2014ء

الاعتصام

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

شمارہ 06 جلد 66

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ، لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

آنکھیں کھلی رکھیں

حافظ احمد شاکر

یہ ایک ابدی حقیقت ہے کہ اسلام امن وآشتی، انصاف وقانون اور انسانی جذبات کے لحاظ یا تقاضوں پر محیط مساوات کا ایسا دین ہے جس میں کسی بھی مقام یا درجے میں کسی بھی مسلمان کو قانون کو قانون ہاتھ میں لینے کا اختیار تو کیا اجازت بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ نازل فرمودہ دین عمل کا دین ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے جن برگزیدہ افراد کو شرفِ رسالت ونبوت سے مشرف فرمایا ان میں سے ہر نبی نے اپنی قوم کو دعوت دیتے وقت اپنے ماضی کی دیانت، امانت اور کردار کو ضرور دہرایا کہ ہادی ومرشد کی دعوت کا اصل جوہر اس کا کردار وعمل ہوتا ہے خصوصاً نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ وضاحت فرما دی ہے کہ ''اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے، وہ تو صرف وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔'' (۵۳-۳،۴) گویا کہ نبی ﷺ نے جو بھی ارشاد فرمایا، جس حالت (غمی، خوشی، رضا وغصہ) میں ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اس کو وحی کا درجہ دے دیا۔ نبی ﷺ کی حیات مبارکہ کو دیکھا اور پڑھا جائے، آپ کی مکی ومدنی دعوتی زندگی پر غور کیا جائے تو اس میں جبر واکراہ، یا طاقت وقوت نام کی کوئی چیز نہیں بلکہ پوری حیات مبارکہ میں کردار وعمل، اور انسانیت کے لیے فلاح، خیر خواہی کا طرز عمل بدر منیر کی طرح چمک رہا ہے۔ اسی طرح خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادوارِ حکومت، ان کی لڑی ہوئی جنگوں کے نتیجہ میں مفتوح علاقے ان میں کسی جگہ بھی غیر مسلموں کے لیے نہ جبر واکراہ نظر آئے گا اور نہ ہی اسلام کے عملی نفاذ کے لیے زیر زمیں سرگرمیوں کی اجازت یا چھوٹ نظر آئے گی۔ اور ہاں خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد منکرین زکوٰۃ سے طاقت سے زکوٰۃ وصول فرما کر مسلم رعایہ سے برتاؤ کا ایک معیار قائم فرما دیا۔

....

وطن عزیز اور اس کے عوام کے لیے بادِ بہاری کا تازہ ترین جھونکا طالبان اور حکومت کی مذاکرات پر آمادگی کی خبر ہے بلکہ یہ کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ مذاکرات پر حکومت کی خوش دلانہ اور......خدا کرے......مخلصانہ خواہش کا یہ عملی اظہار ہے، مزید مثبت پیش رفت مذاکراتی ٹیم تشکیل دے کر حکومت کا اعلان کر دینا ہے، مذاکراتی ٹیم کے ارکان کے نام دیکھ کر حسنِ ظن اور خوش کن توقعات مزید بڑھ گئیں کہ ان میں نہ کوئی پیشہ ور سیاستدان ہے نہ کوئی ماضی کا حکمران اور نہ ہی مستقبل میں حکمرانی کا کوئی خواہش مند۔ بلکہ ہمارے خیال میں سارے ارکان ہی وطن عزیز میں دینی غلبے، امن، بہتر معیشت اور استحکام کے لیے فکرمند اور خواہش مند ہیں، ہم توقع رکھتے ہیں کہ طالبان بھی انھی جذبوں، اور ارادوں کے خواہشمند، علم دین سے مزین اور سیاسی بصیرت کے حامل ارکان کو نامزد کر کے طاغوت اور اس کے ڈھنڈورچیوں کے اس پراپیگنڈے کو غلط ثابت کر دیں گے کہ علم دین کے حاملین شدت پسند ہوتے ہیں جو وطن عزیز میں دہشت گردی کے ذریعہ امن وامان سبوتاژ کر رہے ہیں۔ نیز طالبان قیادت کو چاہیے کہ وہ نئے اور جوشیلے خون کو محتاط بیانات دینے کی ہدایت کریں کیوں کہ ایسے موقع پر طاغوت نفرت کی بجھی اور دبی چنگاریوں کو سلگانے کے موقع کی تاک میں ہے کہ وہ فسادکی بھسم ہوتی چنگاری کو کسی طرح بھڑکا کر شعلہ بنا کر اپنے اسلام بیزار اور استحکام دشمن مذموم مقاصد کی تکمیل کرنی چاہتا ہے۔

....

نبی ﷺ کے اس ارشاد عالی سے شاید ہی کوئی مسلمان ناواقف ہو کہ آپ نے فرمایا: ''سب سے بہتر میرا دور ہے (یعنی زمانہ نبوت) کا دور پھر میرے بعد کا (یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا) اور پھر اس کے بعد کا دور (یعنی تابعین کرام رحمہم اللہ کا)۔ انسانی فطرت کی اگر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا جائے کہ وقت گزرنے اور زمانے کا فاصلہ بڑھنے سے زمانے کی برکات وثمرات کی اثر پذیری میں کمی وبیشی آجانا انسانی فطرت ہے تو بہت سے مسائل حل ہو جاتے اور اشکالات ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ روشن اور ہدایت بھی نبی ﷺ کے ارشادات گرامی سے ملتی ہے۔ ایک تو یہی مذکورہ حدیث

پاک جس میں آپ نے اثر پذیری میں کمی ہونے کی پیش گوئی فرمادی پھروہ حدیث پاک جس میں آپ ﷺ نے انفاق فی سبیل اللہ میں اصحاب بدر کی فضیلت فرمائی اور آپ کے بعد آنے والے مسلمانوں کے ایمان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایمان سے افضل قرار دیا۔اس اُصول کو اگر سامنے رکھا جائے تو تاریخ بتاتی ہے کہ زمانہ نبوت سے جوں جوں بعد بڑھتا گیا انسانی کمزوریاں نفس پر غلبہ پاتی گئیں، بعینہ یہی کیفیت اسلامی نظام حکومت کی ہے کہ زمانہ نبوت سے بُعد بڑھنے سے انسانی بشری تقاضوں کا غالب آجانا انسانی فطرت سے عین ممکن ہے۔لیکن مسلمان خلفاء اور حکم رانوں کی کوتاہیوں اور لغزشوں پر اہل اللہ اور اصحاب علم ان کو متنبہ بھی کرتے رہے وعیدیں بھی سناتے رہے اور راہ ہدایت کی طرف راہ نمائی بھی کرتے رہے لیکن دین کو طاقت سے نافذ کرنے اور نفاذ اسلام کے لیے علماء وفقہاء کی مسلح جدوجہد کا نہ ہی تذکرہ ملتا ہے اور نہ ہی اجازت تاریخ میں کم ازکم ہماری نظر سے نہیں گزری۔ہاں،سود، فحاشی،تفریح کے نام پر فسق وفجور کی آرائش ونمائش پر مثبت ومستحکم احتجاج کرنا بلکہ کرتے رہنا چاہیے کہ انسانوں پر غلبہ پانے کی یہ ساری صیہونی منصوبہ بندی ہے،لیکن اس کے لیے مسلح جدوجہد ایک ایسا استفہام ہے؟ جس کا تمام مکاتب فکر کے مشترکہ پلیٹ فارم سے جواب لینا چاہیے۔

مذاکراتی تگ ودو میں طالبان کے سامنے آنے والے مطالبات سے ابھرنے والا یہ تاثر نمایاں کیا جارہا ہے۔اللہ کرے کہ یہ غلط ہو......کہ ان کی یہ مسلح سرگرمیاں دین کے نفاذ کے لیے تھیں یا ہیں جبکہ ہمارے خیال میں اس قسم کا تاثر اسلام بیزار اور لادین قوتیں پھیلا کر طالبان کے اصل ہدف......اس خطہ سے امریکہ کو نکالنا......کو پردہ پوش کر کے عوام کی امریکہ کے خلاف نفرت کا رخ طالبان کی طرف پھیرنے کی مذموم کوشش کررہی ہیں۔طالبان تک آکر ہماری یہ آواز پہنچ سکے......تو ہم ان کو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے میڈیا سیل کو متحرک کر کے اس قسم کے منفی تاثرات کے ازالے سے قطعاً غافل نہ ہوں نیز اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دل ودماغ میں وسعت پیدا کریں اور فقہاء کرام رحمہم اللہ کے معروف اصول ''اھون البلیتین'' کو بنیاد بنا کر اپنی شرائط میں تلوّن...... لچک...... پیدا کریں اور پاکستانی حکام سے مصالحت کی فضا بنا کر اس دشمن کے خلاف متحد ہو جائیں جس کے کارندوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں میں خلیج اس طرح ڈال رکھی ہے کہ اسکے کارندے ہردوفریق کو حق کی کلف لگا کر آپس میں برسرپیکار رکھنا چاہتے ہیں جس سے بچنے کے لیے ہردوفریق کو آنکھیں کھلی رکھنی چاہیں۔

خیر کی بَرکھا:

کم وبیش ربع صدی بعد روس پھر انگڑائی لے رہا یا لے چکا ہے۔عالمی سیاست یا دنیا کی مفاداتی اور استبدادی سیاست میں امریکہ کے قدیم حریف نے عالمی سیاست کے میدان میں اپنے وجود کا احساس دلانا شروع کر دیا ہے جس سے استبدادی طاقتوں کی......ملکوں اور حکومتوں کی چھینا جھپٹی میں......ٹھن جانے کے آثار ابھی سے نظر آنے لگ گئے ہیں لیکن مسلمان حکم رانوں اور حکومتوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ مسلم اُمہ کے لیے ان کے دل میں جذبۂ خیر بالکل نہیں تاریخ شاہد ہے کہ ''الکفر ملۃ واحدۃ'' کا ہر دور میں سورج کی طرح اظہار ہوتا رہا۔

ملک فیصل بن عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ نے اپنی سیاسی بصیرت کی بنیاد پر مسلم اُمہ میں جو اتحاد کے داعی بھی تھے اور اس نہج پر کوششیں بھی کرتے رہے لیکن ان کی کوششیں جب رنگ لانے لگیں تو اغیار کی آتش انتقام نے اس روشن چراغ کو سرشام ہی بجھا دیا۔جنرل ضیاء الحق رحمہ اللہ بھی مسلم اُمہ کو ساتھ لے کر چلنے کی خواہش رکھتے تھے اور جب وہ اس راہ پر چلنے لگے تو ان کو اپنے افغان جنگ کے رفقاء سمیت بھسم کر دیا گیا۔افغان جنگ کے خاتمے کے بعد یہود اور صلیب مسلم اُمہ کے بیر خوامخواہ پڑ گئے اور اُنھوں نے مسلم اُمہ کی کشتوں کے پشتے لگا دیے اور اللہ کی سرزمین پر اکیلے ہی دندنانے لگ گئے۔اب ان کا حریف بھی انگڑائی لینے لگا ہے تو اس موقع سے مسلم اُمہ کو فائدہ اُٹھانا چاہیے اور توکل علی اللہ اُمۃ واحدہ کا تشخص ابھارنے اور نیند سے بیدار ہوجانا چاہیے۔ہم جناب وزیر اعظم کی خدمت میں یہ عرض کرنا......اگرچہ سورج کو چراغ دکھانا ہی ہے......چاہتے ہیں کہ وہ اپنے علم،بصیرت اور تجربے کو کام میں لا کر مسلم سربراہان کو اس طرف توجہ دلائیں عین ممکن ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس امرِ خیر کے باعث وطن عزیز پر خیر کی بَرکھا برسا دے۔

درس قرآن　　قسط نمبر ۳۹

تفسیر سورة الصّٰفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ﴾ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا بہتر طور پر یوں قبول ہوئی کہ ''ہم نے اسے اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی۔''

یہاں ''گھر والوں سے'' سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے دین میں آپ علیہ السلام کی تابع داری کی۔ ''أهل الرجل'' ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ہم نسب یا ہم دین ہوں یا کسی صنعت یا مکان میں شریک ہوں یا ایک شہر میں رہتے ہوں۔ ''أهل الإسلام'' کا معنی ''مسلمان قوم'' ہے۔ کبھی ''أهل الرجل'' سے بیوی ہی مراد ہوتی ہے۔

دین اسلام میں کافر اور مسلمان کے درمیان نسبی تعلق کالعدم قرار دیا گیا ہے۔ اور اصل تعلق اور اُخوت ومودّت کی بنیاد دینِ اسلام پر ہی رکھی گئی ہے۔ اسی بنا پر حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا گیا تھا کہ تیرا بیٹا تیرے ''أهل'' میں سے نہیں۔ یہاں ''أهل'' سے مراد کشتی والے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ﴾ [هود: ٤٠]

''ہم نے کہا: اس میں ہر چیز میں سے دو قسمیں (نر و مادہ)، دونوں کو اور اپنے گھر والوں کو سوار کر لے، سوائے اس کے جس پر پہلے بات ہو چکی اور اُن کو بھی جو ایمان لے آئے۔''

اس کشتی میں اہل خانہ، تمام مومن اور جانوروں کا جوڑا جوڑا تھا۔ انھی کے بارے میں آگے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ عَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ﴾ [هود: ٤٨]

''کہا گیا: اے نوح! اُتر جا ہماری طرف سے عظیم سلامتی اور بہت سی برکتوں کے ساتھ، تجھ پر اور ان جماعتوں پر جو اُن لوگوں سے ہوں گی جو تیرے ساتھ ہیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے:

﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا۝﴾ [الإسراء: ٣]

''اے اُن لوگوں کی اولاد جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا! بے شک وہ بہت شکر گزار بندہ تھا۔''

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی آل اولاد کے علاوہ بھی ایمان دار کشتی پر سوار تھے۔ یہاں اُن تمام پر کشتی والے ہونے کے ناتے ''أهل'' کا اطلاق ہوا ہے۔

﴿مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ۝﴾ ''کرب'' کا معنی ''سخت غم'' ہے، یعنی ہم نے نوح اور ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کو بہت بڑی گھبراہٹ یا غم سے بچا لیا۔ غم سے مراد یہاں سیلاب میں غرق ہونے کا غم ہے۔ اور قوم کی تکذیب اور ان کی طرف سے روز کا نت نیا استہزا، قتل کی دھمکیاں اور طعن وملامت بھی مراد ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ۝﴾ ''اور ہم نے اس کی اولاد ہی کو باقی رہنے والے بنا دیا'' طوفان میں پوری نسل انسانی ختم ہو گئی، وہی باقی بچے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ہم راہ کشتی پر سوار تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جتنے مرد اور عورتیں تھیں وہ سب فوت ہو گئیں، باقی وہی بچے جو اُن کے اہل وعیال تھے۔ (قرطبی)

حضرت نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا جس کا نام کنعان مشہور ہے اور اپنی

سرکشی کی وجہ سے طوفان میں غرق ہوگیا۔ ان کے باقی تین بیٹے: سام، حام اور یافث ہیں۔ یہ تینوں اپنی بیویوں کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ اور آگے ان تینوں کے تین تین بیٹے تھے۔

سام کی نسل سے عرب، فارسی اور رومی وجود میں آئے۔ روم سے روم اول، یعنی یونانی مراد ہیں جو رومابن لیطي بن یونان بن یافث بن نوح کی طرف منسوب ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی اسی کی اولاد سے ہیں۔ حام کی نسل سے قبطی، سوڈانی، سندھ و ہند، بازنجی اور بربر اقوام ہیں۔ اور یافث کی نسل سے ترک، صقالبہ اور یاجوج و ماجوج پیدا ہوئے۔ (ابن کثیر وغیرہ)

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سام أبو العرب ہے، حام أبو الحبش ہے اور یافث أبو الروم ہے۔''

(ترمذي، رقم:٣٤٠٨ و حسنه والحاكم وغيرهما)

یہ ﴿نِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾ کی تعبیر ہے کہ

① ......ہم نے نوح علیہ السلام کو نجات دی۔

② ......ان کے ساتھ ان پر ایمان لانے والوں کو بھی نجات دی۔

③ ......مخالفین ومستہزئین کو نیست ونابود کر دیا۔

④ ......اور دائمی نعمت ایک یہ بھی دی کہ آئندہ کی نسلِ انسانیت کے وہ باپ ٹھہرے اور زمین کی آبادی انھی کی ذرّیت سے ہوئی۔

⑤ ...... اس لیے آئندہ نبوت کا شرف بھی ان کی اولاد کو حاصل ہوا:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ [الحديد:٢٦]

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم (علیہما السلام) کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔''

یہ ہے پانچواں شرف جو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ اور یہ ہے ﴿نِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾ کا انعام واکرام۔ بلاشبہ جب وہ شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے تو اس انداز میں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں یحییٰ علیہ السلام عطا فرمائے، پھر انھیں نبوت سے سرفراز فرمایا اور بچپنے ہی میں قوت فیصلہ عطا فرما دی:

﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ [مریم:١٢]

عمران کی بیوی کی نذر قبول کی تو انھیں ''مریم صدیقہ'' عطا فرما دی۔ نبی کے ہاتھوں پرورش کا اور اپنی طرف سے کھانے کا غائبانہ طور پر انتظام کر دیا اور انھیں سب جہانوں کی عورتوں میں ممتاز بنا دیا۔ پھر انھیں عیسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل القدر نبی عطا فرمایا جن کا لقب ''روح اللہ، کلمۃ اللہ'' تھا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہی تو ہے کہ ایک نیکی کا اجر دس سے سات سو گنا تک عطا فرماتا ہے۔ اور چند سالہ مومنانہ زندگی کے نتیجے میں دائمی جنت کی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔



اعتذار

الاعتصام کے گزشتہ شمارے میں مولانا محمد یوسف مرحوم ومغفور کے متعلق میرا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کے آخر میں لکھا گیا ہے کہ ان کا جنازہ حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب نے پڑھایا۔ یہ مجھ سے غلطی ہوئی، ان کا پہلا جنازہ ان کے فرزندِ ارجمند مولانا عبدالرحمٰن یوسف نے پڑھایا تھا۔ جنازے کے بعد کسی نے بتایا کہ دوسرا جنازہ حافظ ثناء اللہ صاحب پڑھا رہے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ یہ حافظ ثناء اللہ مدنی ہیں، حالانکہ دوسرا جنازہ پروفیسر ثناء اللہ صاحب نے پڑھایا تھا۔ میں اپنی اس غلطی پر معذرت خواہ ہوں۔ میں، پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی اور جناب حماد شاکر لاہور سے اکٹھے جنازے کے لیے گئے تھے۔

(محمد اسحاق بھٹی)

درسِ حدیث

اربعین اعتقادی

ترجمہ وفوائد حافظ ریاض عاقب اثری

فرائد الفوائد في جمع الأربعين من أحاديث العقائد

باب: ما يذكر في إكمال الدين و ذم البدع،
و قول الله تعالى:
﴿اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا﴾[المائدة:۳]
۳۱۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ:
((من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهورد.))
(صحيح بخاري، رقم:۲۶۹۷صحيح مسلم، رقم:۱۷۱۸)

اکمالِ دین اور بدعات کی مذمت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔''
۳۱۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسا کام جاری کیا جو اُس سے نہیں تو وہ (کام) مردود ہے۔''

فوائد:

۱: اللہ تعالیٰ کا اُمت مسلمہ پر بڑا احسان ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی اُمت کو مکمل دین عطا فرمایا ہے۔ دوسرا بڑا احسان اس کا یہ ہے کہ اُس نے اسلام کو بہ طور دین پسند کیا۔
۲: تکمیلِ دین کا مطلب یہ ہے کہ دین اسلام معاشرتی، معاشی اور سیاسی، ہر اعتبار سے مکمل ہو چکا ہے اور اب اس میں کمی و بیشی کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔
۳: دین اسلام میں تمام قسم کی بدعات مردود ہیں۔ اب جو بھی دین اسلام میں بدعات ایجاد کر کے انھیں فروغ دے گا وہ بدعتی ہوگا۔ اور بدعت کا انجام بُرا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:
''تم پر میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، پس تم اسے مضبوطی سے تھام لو اور داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو اور دین میں نئے کام جاری کرنے سے بچو کیوں کہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''
(مسند أحمد:۴/ ۱۲۶، رقم۱۷۲۷۵، سنن أبي داود، رقم:۳۶۰۷، سنن ترمذي، رقم:۲۶۷۶ وقال: حسن صحيح، سنن ابن ماجه، رقم:۴۳)





حجیتِ حدیث

رسول اکرم ﷺ کی تشریعی حیثیت

عبدالرشید عراقی

ہر مسلمان کی اصل خوبی بندگی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری ہے۔ جس قدر یہ خوبی نمایاں ہوگی، اسی قدر انسانیت اور شرافت و کرامت نمایاں ہوگی اور عظمت و شوکت حاصل ہوگی اور ہمیشہ کامیابی کامرانی سے ہم کنار رہے گا۔ یہی صراط مستقیم ہے جس سے انحراف سرتا پا گمراہی ہے اور ایسی صورت میں مقصود تک پہنچنا اتنا ہی مشکل ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

دین اسلام:

اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں اور یہ بات روز روشن کی طرح صاف اور شفاف ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری نبی اور کائناتِ انسانی کے ابدی ہادی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آسکتا اور نہ ہی کسی اور نبی کی ضرورت ہے۔ اب ہمارے لیے صرف نجات کا ذریعہ وہی ہے جو آپ ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ آپ ﷺ خود بھی صراط مستقیم پر ہیں اور دنیا بھر انسانوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرماتے ہیں، چنانچہ اس بارے میں فرمان الٰہی ہے:

﴿يٰسٓ۝وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ۝اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۝عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝﴾[یٰس:۱-۴]

’’یٰسین۔ قسم ہے قرآن باحکمت کی۔ کہ بے شک آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ سیدھے راستے پر ہیں۔‘‘

یہ آیات اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ آپ ﷺ ان پیغمبروں کے راستے پر ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں اور ایسے راستے پر ہیں جو سیدھا اور مطلوب منزل (جنت) تک پہنچانے والا ہے۔

آپ ﷺ یقیناً صراط مستقیم پر تھے اور ہم لوگوں کو بھی صراط مستقیم کی طرف بلاتے تھے۔ اس کی تائید میں قرآن مجید میں کئی اور مقامات پر تذکرہ کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝﴾[الشوریٰ:۲۵]

’’بے شک آپ راہ راست کی طرف راہنمائی کر رہے ہیں۔‘‘

چونکہ دین اسلام کامل ہے، اس میں ذرہ بھر کمی نہیں ہے۔ اس لیے شریعت مطہرہ نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اور ہر چیز کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں مکمل معلومات دی ہیں۔ روز مرّہ کے کام، اُٹھنا، بیٹھنا، طرز معاشرت، انسانوں کا آپس میں لین دین، سماجی معاملات، دینی اور دنیوی اُمور، غرض ہر کیفیت کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دین کو نعمت قرار دیا ہے اور آپ کو اس نعمت کے شکریے کا حکم بھی دیا ہے:

﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾[البقرۃ:۲۳۱]

’’اور اللہ کا احسان جو تم پر ہے، یاد کرو اور جو کچھ کتاب و حکمت اس نے نازل فرمائی ہے جس سے میں نصیحت کر رہا ہے۔‘‘

اور اس کے ساتھ اس دین کے مکمل ہونے کے بارے میں فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾[المائدۃ:۳]

''آج میں نے تمھارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمھارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا۔''

اس کے شکریے کے متعلق فرمایا:

﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ [الضحى: ١١]

''اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جو احسانات کیے ہیں، مثلاً: ہدایت اور رسالت و نبوت سے نوازا، یتیمی کے باوجود تیری کفالت و سرپرستی کا انتظام کیا، تجھے قناعت و تونگری عطا کی وغیرہ۔ انھیں جذبات تشکر و ممنونیت کے ساتھ بیان کرتے رہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے انعامات کا تذکرہ اور ان کا اظہار اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ لیکن تکبر اور فخر کے طور پر نہیں بلکہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کے احسان سے زیر بار ہوتے ہوئے اور اس کی قدرت و طاقت سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ ہمیں ان نعمتوں سے محروم نہ کر دے۔ (احسن البیان، ص: ۱۷۲۷)

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ صراط مستقیم پر ہیں اور صراط مستقیم کی ہدایت فرماتے ہیں۔

دین اسلام مکمل اور اکمل ہے۔ اس دین میں ابن آدم کے لیے زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ہدایات موجود ہیں۔ اور ابن آدم کے لیے یہ بھی ہدایت موجود ہے کہ اگر وہ ان ہدایات پر خلوص دل سے عمل کرے تو اس کی نجات یقینی ہے۔ آپ ﷺ پر جو کتاب (قرآن مجید) اتاری گئی ہے وہ دین ہے، وحی ہے، ضابطہ حیات ہے، قانون ہے، علم ہے اور کامل و مکمل ہے۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس بزرگ ہستی پر یہ قرآن مجید نازل ہوا اور جس کا سینہ اطہر اس وحی الٰہی کا مسکن بنا، اس کا اپنا منصب اور مقام و مرتبہ کیا ہے۔ کیا نبی اور رسول کا کام صرف اس قدر ہے کہ وحی الٰہی کی تلاوت کر دے اور قرآن مجید کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سنا دے یا اس کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی تشریح بھی کرے اور ان کے معانی و مطالب سے بھی لوگوں کو آگاہ کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ صاحب وحی کا یہ کام بھی ہے کہ وہ ان قرآنی آیات کی تشریح و توضیح اور مطالب و معانی کھول کر بیان کرے اور لوگوں کو سمجھائے تا کہ ان کو عمل کرنے میں کسی قسم کی تکلیف پیش نہ آئے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ [النحل: ٤٤]

''یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اُتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔''

منصب رسالت:

قرآن مجید کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ لوگوں کو ہدایت کی طرف لائیں۔ اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ لازم کیا ہے کہ جس نبی یا رسول کو جس قوم کی طرف ہدایت کے لیے بھیجا وہ اس قوم کا فرد ہو اور قوم اور نبی یا رسول کی زبان ایک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی وضاحت کی ہے:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾

[إبراهيم: ٤]

''جب اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا پر یہ احسان فرمایا کہ ان کی ہدایت کے لیے کتابیں نازل کیں اور رسول بھیجے تو اس احسان کی تکمیل اس طرح فرمائی کہ ہر رسول کو قومی زبان میں بھیجا تا کہ کسی کو ہدایت کا راستہ سمجھنے میں دقت نہ ہو۔''

(احسن البیان، ص: ۶۹۴)

یہ آیت منصب رسالت کے حق میں صریح دلیل اور حجت قطعی ہے۔ اس سے صاف ظاہر اور واضح ہوتا ہے کہ رسول کا اس قوم کے

لیے جس میں وہ مبعوث ہوا ہے، اس کا ہم زبان ہونا ضروری ہے تا کہ وہ احکامِ الٰہیہ کھول کر ان سے بیان کر سکے اور وہ سمجھ سکیں۔ ورنہ انکار کی صورت میں وہ کہہ دیں گے کہ یہ پیغمبر تو ہماری زبان کا ہی نہیں۔ ہم اس کے کلام کو کس طرح سمجھیں اور نبی کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو لوگوں تک پہنچائے اور ان کو وحی الٰہی پڑھ کر سنائے۔ اور اس کے ساتھ احکاماتِ الٰہی کی تشریح و مطلب واضح الفاظ میں لوگوں کے ذہنوں میں ڈالے۔ تا کہ اُنھیں سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری اور دقت پیش نہ آئے۔

وحی الٰہی کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے قرآن مجید میں اور بھی آیات ہیں، مثلاً:

﴿يَآ أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ إِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ [المائدة:٦٧]

''اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، پہنچا دیجیے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت (کا حق) ادا نہیں کیا۔''

اس آیت کی تفسیر میں صاحب احسن البیان رقم طراز ہیں:

''اس کا حکم مفاد یہ ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے بلا کم و کاست اور بلا خوف لومۃ لائم آپ لوگوں تک پہنچا دیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''جو شخص یہ گمان کرے کہ نبی ﷺ نے کچھ چھپا لیا، اس نے جھوٹ کہا۔'' (صحیح بخاری، رقم:۴۸۵۵)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی جب سوال کیا گیا کہ تمھارے پاس قرآن کے علاوہ وحی کے ذریعے سے نازل شدہ کوئی بات ہے؟ تو اُنھوں نے قسم کھا کر تصریحاً نفی فرمائی اور فرمایا:

"إلا فهما يعطيه الله رجلا ."

''البتہ قرآن کا فہم ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کو بھی عطا فرما دیتا ہے۔'' (صحیح بخاری، رقم:۳۰۴۷، ۶۹)

اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جم غفیر میں فرمایا:

''تم میرے بارے میں کیا کہو گے؟'' اُنھوں نے کہا: ''ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور (اس کا حق) ادا کر دیا اور خیر خواہی فرما دی۔'' آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ! میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔ تُو گواہ رہ (یہ کلمہ تین دفعہ فرمایا)۔ (صحیح مسلم)

(أحسن البيان، ص:۳۱۵، ۳۱۶)

ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ﴾ [النور:٥٤]

''سنو! رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔''

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ [الرعد:٤٠]

''آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہماری ذمہ داری ہے۔''

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول کا کام نہ صرف ابلاغِ وحی ہے بلکہ اس کا کھول کر بیان کرنا بھی رسول اکرم ﷺ کی ذمہ داری تھی۔

ابلاغ وحی کی تائید میں ایک اور مقام پر آپ ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا:

﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ [النحل:٤٤]

''جو شریعت آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اسے آپ کھول کھول کر بیان کریں تا کہ وہ غور و فکر کریں۔''

اس لیے کہ لوگوں کو سمجھنے میں کسی قسم کی دِقت اور دشواری پیش نہ آئے۔ اور وہ یہ بہانہ نہ رکھیں کہ احکامِ الٰہیہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔

اس لیے ہم سمجھنے سے قاصر ہیں اور ہم عذاب الٰہی سے مستثنیٰ ہیں۔

اگر رسول احکام الٰہی کی تشریح نہ کر سکے تو اس کے مبعوث ہونے کا کیا فائدہ ہے۔ اس لیے یہ حقیقت ہے کہ احکام الٰہی نازل کرنے اور اسے لوگوں تک پہنچانے کا مقصد یہی ہے کہ وہ صرف پیغام بر ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کا معلّم، دین الٰہی کا داعی، حقوق اللہ کا محافظ اور وحی الٰہی کا مفسر اعظم ہے۔ اور آیات قرآنیہ کی جو تفسیر اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور بغیر تسلیم کیے چارہ نہیں۔ اور اس کا انکار کرنا مسلمان کے لیے بڑا خطرناک ہے۔

اب ان حضرات سے دریافت کیجیے جو رسول اکرم ﷺ کی تشریعی حیثیت کے منکر ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے ابلاغ وحی کو ادا نہیں فرمایا تو معاذ اللہ پھر فریضۂ تبلیغ ادا نہ ہوا۔ اور اگر ادا فرمایا ہے تو پھر کتاب اللہ کا ابلاغ مبین حدیث نبوی ﷺ کے سوا اور کہاں ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىo﴾

[النجم: ٣،٤]

''اور وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے۔ وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اُتاری جاتی ہے۔''

ان آیات قرآنیہ نے واضح کر دیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا گفتگو کرنا بھی حکم الٰہی ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر گفتگو نہیں کر سکتا تو ایسے شخص سے غلطی کا سرزد ہونا ناممکن ہے۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل وحی الٰہی پر مبنی ہوتے ہیں، ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾[الحشر: ٧]

''تمھیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔''

اس لیے کہ رسول کو شریعت کی تشریح کا اختیار ہوتا ہے، جیسا کہ سورۃ النحل (آیت: ۴۴) میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ پر اُتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں۔ شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔''

رسول کی اطاعت بھی حقیقتاً اللہ کی اطاعت ہوتی ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾[النساء: ٨٠]

''اس رسول (ﷺ) کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی۔''

واضح ہو گیا کہ رسول کی اطاعت بھی اللہ ہی کی اطاعت ہوتی ہے۔ تو اللہ کی اطاعت صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ اس کے رسول کی اطاعت کی جائے۔ اور رسول کو شارع تسلیم کیا جائے۔ اور رسول کے طریق کار کو اپنایا جائے۔ وہ جس بات کا حکم دیں اس کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے اور جس بات سے رسول منع فرمائیں اس سے کنارہ کش ہوا جائے اور اپنی زندگی کو رسول کی زندگی کا نمونہ بنایا جائے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

[الأحزاب: ٢١]

''یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔''

صاحب احسن البیان فرماتے ہیں:

''آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھنے اور اس کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لیے آپ ﷺ کی اقتدا ضروری ہے چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے یا سیاست سے زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی ہدایت واجب الاتباع ہیں۔'' (احسن البیان، ص: ۱۱۷۲)

رسول اللہ ﷺ سے بہتر دنیا میں اور کوئی ہستی نہیں ہے جس کی

زندگی کو بہ طور نمونہ پیش کیا جا سکے۔ رسول کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کے عمل و سیرت کو قابل اقتدا سمجھا جائے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

[النساء: ٦٤]

''ہم نے ہر رسول کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرماں برداری کی جائے۔''

اس کی تائید میں فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾

[الحجرات: ١٥]

''مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر (پکا) ایمان لائیں گے۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ایک مومن مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور جس طرح احکام الٰہیہ کو تسلیم کرتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے احکامات وارشادات کو بھی تسلیم کرے۔

قرآن مجید میں متعدد آیات میں رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اطاعت رسول کو اللہ کی اطاعت کہا گیا ہے۔ ایسی صورت میں حدیث نبوی ﷺ کو واجب العمل نہ ٹھہرانے اور ذخیرہ احادیث کو ساقط الاعتبار قرار دینے سے دعوتِ قرآن بے معنی ہو جائے گی۔

نبی اور رسول کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ احکام الٰہی پر خود بھی عمل کرے اور لوگوں کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دے۔ اگر نبی کے اقوال وافعال کو اس قابل ہی نہ سمجھا جائے تو پھر اطاعتِ رسول کس چیز کا نام ہے۔

ایک مسلمان کی نجات صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ احکام الٰہی اور احکام رسول ﷺ کی پابندی کرے اور ان احکام کو بغیر کسی تحیص و بحث کے تسلیم کرے اور ان پر عمل پیرا ہو۔

آپ ﷺ نے کتاب اللہ کی جو تشریح و تفصیل کی ہے اور جو تفسیر بیان فرمائی ہے، وہ ہمارے سامنے حدیث کی صورت میں موجود ہے۔ اس لیے اب اگر ہم ان صحیح احادیث کو قابل عمل سمجھتے ہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے رسول ﷺ کی تشریعی حیثیت کو تسلیم کر لیا ہے۔



بقیہ: تصوف نقل و عقل کی روشنی میں

*....﴿اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ٥ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ٥ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ٥﴾[الضحى: ٦-٨]

''کیا اس نے تجھے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی؟ اور تجھے نادار پا کر تونگر نہیں بنا دیا۔''

*....﴿ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ﴾[صٓ: ٤٤]

''نتیجہ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا۔''

ابن قیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ'' ذوق کے حصول میں وجدان کا سہارا لیا جاتا ہے۔'' (مدارج السالکین: ۳/ ۸۹)

ابن قیم رحمہ اللہ کی اس سے یہ منشا ہے کہ وجد، ذوق سے زیادہ خاص ہے۔ اور وجد کا حال، ذوق کے حال سے حاصل ہوتا ہے۔ کیوں کہ وجد کا لازمی معنی دوام وثبوت ہے اور ذوق کے اندر یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔ (جاری ہے)



مقالات علمیہ

قسط نمبر ۹

اللہ تعالیٰ اور بندے کی آپس میں محبت

اور اہل السنۃ والحدیث کے نزدیک اس کا معنی

موہب الرحیم

دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کیسے پیدا ہو؟

سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جاگزیں ہوجائے اور بندے کے لیے اللہ کے علاوہ کوئی محبوب لذاتہ نہ ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کچھ ذرائع درج ذیل ہیں:

① ......**اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا**: اس کو سب سے پہلے اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ انسان کا نفس شریر اور برائی کا حکم دینے والا ہے۔ اللہ رب العزت کی عنایت کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے کہ دل میں اس کی محبت پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے بندے سے اپنی محبت کو، بندے کی رب سے محبت سے پہلے بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ ﴾[المائدة:٥٤]

''وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ ہی اپنی ذات کی محبت کو بندے کے دل میں پیدا کرنے والا ہے، وہی ان صفات کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے جنھیں اپنانا اس کی محبت کا موجب ہے۔

مندرجہ بالا آیت کے آخر میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۝﴾[المائدة:٥٤]

''یہ اللہ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ بالا امور کا حصول اللہ کے احسان کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی لیے اس سے اس فضل و احسان کا سوال کرتے رہنا چاہیے:

﴿وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ﴾[النساء:٣٢]

''اور اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔''

رسول اللہ ﷺ کو خواب میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ کہیے:

((أسـألك حبك و حب من يحبك وحب عمل يقرب إلى حبك .))

(سنن ترمذي، رقم:٣٢٤٩)

''(اے اللہ!) میں تجھ سے تیری محبت کا، اس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تیری محبت کے قریب کر دے۔''

دعا کے سلسلے میں چند باتیں مدّ نظر رہنی چاہئیں کہ دعا افضل اوقات میں (مثلاً: رات کے پچھلے پہر)، مکمل طہارت، پورے خلوص اور اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کے ساتھ جو رسول اللہ ﷺ نے بتائے ہیں، کی جائے۔ کیوں کہ ایسی دعا ردّ نہیں ہوتی۔

اسی طرح وہ دعا بھی اللہ تعالیٰ ردّ نہیں فرماتا جس میں اللہ کی ثنا کی گئی ہو اور اس کے نبی پر درود پڑھا گیا ہو۔

② ......انسان اس بات پر بھی غور کرے کہ اللہ رب العزت کا نافرمان ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ حالانکہ یہی بندۂ مضطر اپنی ضرورت پوری ہوجانے کے بعد اللہ تعالیٰ کو ایسے فراموش کر دیتا ہے گویا اس نے کبھی اسے

پکارا ہی نہ ہو:

﴿وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِہٖۤ اَوۡ قَاعِدًا اَوۡ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا کَشَفۡنَا عَنۡہُ ضُرَّہٗ مَرَّ کَاَنۡ لَّمۡ یَدۡعُنَاۤ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّہٗ ؕ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلۡمُسۡرِفِیۡنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَo﴾

[یونس:۱۲]

''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر یا بیٹھا یا کھڑا ہوا ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو اس طرح چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں کسی تکلیف کی طرف، جو اسے پہنچی ہو، پکارا ہی نہیں، اسی طرح حد سے بڑھ جانے والوں کے لیے وہ عمل مزین بنا دیے گئے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

اگر چہ اس آیت میں کافروں کے ایسے کرتوت کی طرف اشارہ ہے مگر افسوس کی بات ہے کہ بعض مسلمانوں میں بھی ایسی احسان فراموشی پائی جاتی ہے کہ تکلیف کے وقت وہ اللہ رب العزت کو یوں پکارنے لگتے ہیں جیسے اس کے بڑے فرماں بردار اور اطاعت گزار ہوں اور جب اللہ تعالیٰ ان کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو پھر کہاں کی اطاعت اور کہاں کا شکر......!!!

لیکن اس سب کے باوجود وہ مسلمان اور کافر، نیک اور بد سب کی دعا قبول کرتا ہے:

❁......﴿اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَo﴾[النمل: ٦٢]

''یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین میں جانشین بناتا ہے، کیا اور معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

❁......﴿وَ اٰتٰىکُمۡ مِّنۡ کُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡہُ ؕ وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ کَفَّارٌo﴾

[إبراهيم: ٣٤]

''اور اس نے تمھیں ہر اُس چیز سے دیا جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے۔''

پس اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر وہ چیز عطا فرمائی جس کا اس نے سوال کیا۔ اور انسان مجبوری میں کام آنے والے سے بہ تقاضائے طبیعت وفطرت، محبت کرنے لگتا ہے۔

کوئی شخص کسی دوسرے کی مصیبت میں اس کے کام صرف اپنے فائدے کے لیے آتا ہے، مثلاً: اس کا مقصد اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید ہوگی یا لوگوں میں اپنی تعریف، وہ اپنی طبیعت کے زیر اثر یہ نیکی کرے گا (کہ اگر وہ یہ کام نہ کرے تو طبیعت بے چین ہوگی) یا جس کے کام آیا ہے اسی سے اپنی غرض کی طلب پیشِ نظر ہوگی یا وہ یہ کام اپنی رگ محبت کی تسکین کی خاطر کرے گا۔ بس کسی انسان کے کام آنے سے یہی مقصود ہوتا ہے۔

مقام غور ہے کہ ہمارے دل میں اس کے لیے محبت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں جو ہمارے کسی کام (اپنی کسی غرض کی وجہ سے) آیا ہوتا ہے تو اس بے نیاز اور غنی ذات کی محبت ہمارے دل میں قرار کیوں نہیں پکڑتی جو ہماری ہر مشکل میں ہمارا ساتھ دیتی ہے......!!!

③......انسان اپنے آپ پر غور کرے کہ وہ اپنے تمام تر عیوب کے باوجود دنیا کے سامنے معزز بنا ہوا ہے۔ وہ اپنے گریبان میں جھانکے اور اپنے کرتوتوں کا جائزہ لے اور پھر یہ سوچے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کر رکھی ہے۔ اگر اللہ رب العزت ہمارے گناہوں کو مکمل طور پر ظاہر کر دے تو یقیناً کوئی بھی سر اُٹھا کر جینے کے قابل نہ رہ جائے گا۔

کیا اللہ تعالیٰ کا انھیں ظاہر نہ کرنا، اس کا اپنے بندے پر رحم نہیں ہے؟ اور کیا یہ اس کی اپنے بندے پر خاص عنایت نہیں ہے؟ یقیناً ہم اس کی صرف اس پردہ پوشی ہی کا احسان نہیں چکا سکتے۔

بلاشبہ انسان اخلاقی پستی میں گرتا گرتا اتنا نیچے چلا جاتا ہے کہ اس کو بُرائی میں عار اور لوگوں سے حیا نہیں آتی۔ مگر انسان معاشرے میں محض ذلیل ہوکر نہیں رہ سکتا اور ہر دم وہ پردہ پوشی کا محتاج رہتا ہے۔

ہم یہ بات بھی بہ خوبی جانتے ہیں کہ بندہ چاہے کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو، عموماً جب وہ لوگوں سے چھپ کر گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سب کے سامنے رسوا نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ کی نافرمانی اللہ سے جنگ کے مترادف ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں:

"ابن آدم! هل لك بمحاربة للّٰه من طاقة؟"

(جامع العلوم والحکم)

''آدم کے بیٹے! کیا تجھے میں اللہ سے جنگ کی طاقت ہے؟''

اور کہا گیا ہے:

"المعصية تتضمن الاستهانة بأمر المطاع ونهيه."

''گناہ مطاع (جس کی اطاعت کی جائے، یعنی اللہ تعالیٰ) کے اوامر ونواہی کی اہانت کو اپنے اندر سموئے ہے۔''

اور فی الحقیقت یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ اگر ایک معزز اور آپ سے بڑا شخص آپ کو کسی کام سے روکے مگر آپ اس کی کسی بات کو خاطر میں نہ لائیں تو یہ اس کی صریحاً توہین ہوگی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا معاملہ تو اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ اور وہ پھر بھی ہمارے عیوب پر پردہ ڈالے ہوئے ہے۔

④......**نافرمانی کے باوجود انعام و اکرام:** انسان سارا دن اللہ رب العزت کی نافرمانی کرتا رہتا ہے۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نہ اسے کھانے سے منع کرتا ہے، نہ پانی اس سے روکتا ہے بلکہ اس پر انعامات اور نوازشیں جاری رکھتا ہے اور رات کو نرم و گرم بستر پر اُسے ایسے سلا دیتا ہے جیسے اس کا یہ بندہ سارا دن اس کی فرماں برداری کرتا رہا ہے۔

کتنا عجیب معاملہ ہے کہ ایک طرف انسان ہے کہ نافرمانی کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے اور دوسری طرف اس کا رب اس پر اپنی نعمتوں کی برکھا برسا کر اُسے اپنی محبت یاد دلاتا ہے۔

رسالہ قشیریہ میں مذکور ہے:

''شبل المروزی کا ایک روز گوشت کھانے کا دل چاہا۔ آدھے درہم سے گوشت خریدا، راستے میں چیل اُچک کر لے گئی۔ شبل مسجد میں نماز کے لیے داخل ہوگئے۔ جب گھر لوٹے تو بیوی نے گوشت پیش کیا۔ پوچھنے لگے: کہاں سے لائی ہو؟ کہنے لگی: دو چیلیں لڑ رہی تھیں کہ ان کے پنجوں سے یہ گوشت نیچے گر گیا۔ شبل کہنے لگے:

"الحمد للّٰه الذي لم ينس شبلا وإن كان شبل كثيرا ينساه." (الرسالة القشيرية، ص:٤١١)

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو شبل کو نہیں بھولا اگرچہ شبل اللہ کو اکثر بھول جاتا ہے۔''

سہل بن عبداللہ التستری سے مروی ہے:

"ما من يوم إلا والجليل سبحانه ينادي: ياعبدي! ما أنصفتني، أذكرك و تنساني، وأدعوك إلي وتذهب إلى غيري، وأذهب عنك البلايا وأنت معتكف على الخطايا، يا ابن آدم! ما تقول غدا إذا جئتني؟"

(الرسالة القشرية، ص:٢٥٩)

''ہر دن اللہ رب العزت منادی کرتا ہے: اے میرے بندے! تُو نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا، میں تجھے یاد کرتا ہوں اور تُو مجھے بھول جاتا ہے، میں تجھے اپنی طرف بلاتا ہوں اور تُو غیر کی طرف جاتا ہے، میں تجھ سے تکلیفوں کو دور کرتا ہوں اور تُو خطاؤں پر ڈٹا ہوا ہے۔ اے آدم کے بیٹے! کل میرے پاس آئے گا تو کیا جواب دے گا؟''

مروی ہے کہ حسن بن علی نے فرمایا:

"إلهي! أنعمتني فلم تجدني شاكرا، وابتليتني فلم تجدني صابرا، فلا أنت سلبت النعمة بترك الشكر ولا أدمت الشدة بترك الصبر، إلهي! مايكون من الكريم إلا الكرم.))(الرسالة القشيرية، ص: ۲۱۳)

''میرے الٰہ! تُو نے مجھ پر نعمت کی تو مجھے شاکر نہ پایا، آزمایا تو صابر نہ پایا۔ میرے شکر کو ترک کرنے کی وجہ سے نہ تو تُو نے نعمت کو چھینا اور نہ میرے صبر کو ترک کرنے پر تُو نے سختی کو برقرار رکھا۔ میرے الٰہ! کریم سے کرم ہی کی توقع ہوتی ہے۔''

ایسے کریم اللہ کے بارے میں کسی نے سچ ہی کہا ہے ۔

من كان في سخطه محسنا
فكيف يكون إذا مارضى

''جو (رب) اپنی ناراضی کے وقت بھی اس قدر اِحسان کرنے والا ہے، رضا کے وقت اس کے احسان کا عالَم کیا ہوگا!''

انسان اپنی پیدائش، اپنی بقا، اپنے نفع کے حصول اور تکلیف کو دُور کرنے میں اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں، غرض کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اس قدر احتیاج کے باوجود وہ معصیت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تمام تر نافرمانیوں کے باوجود اُس سے اپنی نعمتیں چھینتا نہیں ہے۔

⑤......**اچھی مجلس**: ان لوگوں کے پاس بیٹھنا چاہیے جو اللہ رب العزت سے محبت کرنے والے ہوں اور جن کی رؤیت ہی سے انسان اپنی اصلاح کا سامان کرسکتا ہو۔ کہا گیا ہے:

"أخوك من ينفعك برؤيته قبل أن ينفعك بكلامه."

''تمھارا بھائی (ہم مجلس) وہ ہونا چاہیے جس کا دکھائی دینا ہی تمھارے لیے نفع کا باعث بن جائے قبل اس کے کہ وہ تیرے لیے فائدہ مندبات کہے۔''

اللہ کی محبت یقیناً انسان میں ایسے اثرات کو مرتب کرتی ہے جو انسان کے جوارح میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اچھی خصلتوں سے انسان محبت کرتا ہے، اس لیے جب وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے پاس بیٹھے گا تو یقیناً وہ بھی یہی چاہے گا کہ مجھ میں بھی ایسی عادتیں آجائیں جو ان اللہ کے نیک بندوں میں ہیں اور یہ کہ ان کو جو اللہ رب العزت نے زمین میں قبول عام عطا کیا ہے، مجھے بھی عطا ہوجائے۔

چنانچہ اس سے اللہ کی محبت کا شعور اُس میں بے دار ہونا شروع ہو جائے گا۔ اسی لیے علماء، واعظین، عقلاء اور سلف صالحین وغیرہم سب کے سب نیک لوگوں کی صحبت کی تلقین کرتے آئے ہیں۔

⑥......اپنے اندر محبت کو پیدا کرنے کا ایک یہ طریقہ بھی ہے کہ انسان ان چیزوں کو جانے اور اُن میں غور کرے جو اللہ سے محبت کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہیں، مثلاً: مناجات میں لذت، زمین میں قبولیت، نیکی کی طرف بغیر تکلف کے جلدی، اچھے خصائل، لالچ، حسد، کینہ اور بغض جیسی نجاستوں سے پاک زندگی وغیر ذلک۔

بعض صوفیوں کا قول ہے:

''اگر اہل جنت بھی اس لذت میں ہوں گے جس میں ہم ہیں تو وہ بڑی اچھی زندگی میں ہوں گے۔''

⑦......اسلام میں اللہ سے محبت کو کتنی اہمیت دی گئی ہے، اس پر غور وفکر کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی بندہ تب تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اللہ اور اس کا رسول اسے سب سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔''

(صحیح بخاری، رقم: ۱۶)

اس بارے میں کافی حدیثیں پہلے گزر چکی ہیں۔

انسان کو جب علم ہو جائے کہ اس کے ایمان میں فلاں چیز کو فلاں

فلاں طریقے سے اہمیت حاصل ہے تو اُس کے دل میں بھی اس چیز کی اہمیت پیدا ہو جاتی ہے۔اس کی مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے:

آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں، سوائے میری جان کے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں عمر، ابھی تمھارا ایمان مکمل نہیں۔ جب تک میں تمھیں تمھاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((الآن یا عمر!)) (صحیح بخاري، رقم: ٦٦٣٢)

''اے عمر! اب تمھارا ایمان مکمل ہوا ہے۔''

اس لیے جب انسان کو یہ علم ہوگا کہ محبت تو عبادت کا اہم جزو ہے اور شریعت میں انتہائی مطلوب چیز ہے تو یہ جاننا اس کو اللہ تعالیٰ سے محبت پر اُبھارے گا۔

⑧......: اللہ سے محبت نہ کرنے والوں کا انجام بد دیکھنا چاہیے کہ بالآخر اُن کو کتنی سخت سزاؤں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یہاں ممکن ہے یہ بات ذہن میں آئے کہ انجامِ بد کے خوف کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنے پر مجبور ہو جائے گا اور ایسی حالت میں محبت کے جذبات کیسے پیدا ہو سکتے ہیں؟

اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ عذاب کا خوف عذاب سے بچنے پر اُبھارے گا، نتیجتاً عذاب کی علّت، یعنی محبت کا نہ ہونا، ختم ہو جائے گی۔اور یوں اپنے آپ کو اللہ کی محبت پر اُبھارنا پڑے گا۔

دیکھیے! توبہ کی بنیادی شرط ندامت ہے اور اس پر معتزلہ وغیرہ کی جانب سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ تو انفعالی چیز ہے جو انسان کے اختیار میں نہیں۔

اس کا جواب انھیں یہ دیا جاتا ہے کہ یہ تو واقعتاً اختیار میں نہیں لیکن وہ اسباب ضرور اختیار میں ہیں جن سے ندامت پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح محبت واقعتاً انفعالی ہوتی ہے لیکن محبت جن اسباب سے پیدا ہوتی ہے وہ سب انسان کے بس میں ہیں۔انسان جب ان کو اختیار کرے گا تو خود بہ خود محبت پیدا ہو جائے گی، واللہ اعلم۔

⑨......: روز مرہ کے کام انجام دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف دعائیں سکھلائی ہیں، مثلاً: کھانے کے بعد یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے:

((الحمد للّٰه الذي أطعمني هذا ورزقنيه من غير حول مني ولا قوة .))

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے یہ بغیر طاقت وقوت کے عطا فرمایا۔''

ابوالشیخ نے ''أخلاق النبي وآدبه'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

''ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی، ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ گئے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھا چکے تو ہاتھ دھوئے اور فرمایا:

((الحمد للّٰه الذي يطعم ولا يطعم، من علينا فهدانا، وأطعمنا وسقانا، وكل بلاء حسن أبلانا، الحمدللّٰه غير مودع ولا مكافأ ولا مكفور ولا مستغنى عنه ربنا، الحمدللّٰه الذي أطعم من الطعام وسقى من الشراب وكسامن العري وهدى من الضلالة وبصر من العمى، الحمدللّٰه الذي فضلني على كثير من خلقه تفضيلا، الحمدللّٰه رب العالمين.)) (أخلاق النبي وآدابه، رقم: ٦٨٥، قال محققه: حسن الإسناد)

''تمام تعریفیں خاص اس اللہ کے لیے ہیں جو کھلاتا ہے اور اس کو کھلایا نہیں جاتا، ہم پر اُس نے احسان کیا تو ہمیں ہدایت بخشی، ہمیں کھلایا پلایا، ہر اچھی نعمت عطا کی۔لاتعداد تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی نعمتوں کا بدلہ دیا جا سکتا ہے

اور نہ ہی ناشکری کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس سے بے پروا ہوا جاسکتا ہے۔تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے کھلایا اور پلایا، برہنگی کے بعد پہنایا اور گمراہی کے بعد ہدایت دی اور نابینا سے بینا بنایا۔تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنی مخلوق میں سے اکثر پر مجھے فضیلت بخشی، تمام تعریفیں رب العالمین کے لیے ہیں۔''

اس حدیث میں اللہ کے بہت سے انعامات کا اقرار ہے اور ان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔دراصل اس سب کا تعلق اللہ کے انعامات اور اس کی حکمتوں سے ہی ہے مگر انعامات کی طرف توجہ مبذول کرنے کے طریقوں میں سے یہ ایک اہم طریقہ ہے۔

ان دعاؤں کے ترجمے اور معانی پر غور کرنا چاہیے۔کیوں کہ یہ دعائیں انسان کو اُن نعمتوں کی یاد دہانی کراتی رہتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمائی ہیں۔اور اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔

⑩......: گناہوں کی کثرت کے باوجود اللہ رب العزت کا انسان کو سزا نہ دینا بلکہ ڈھیل دیتے رہنا کہ میرا بندہ توبہ کرلے اور میری طرف پلٹ آئے۔شرک، بدعت اور زنا وغیرہ جیسے سنگین جرائم کے باوجود اللہ تعالیٰ کا فوری سزا نہ دینا بلکہ مہلت دے دینا، یہ تنہا اتنا بڑا احسان ہے کہ بندہ اس کا شکر نہیں ادا کرسکتا۔

ایک مشرک، جسے اللہ تعالیٰ نے توحید کی نعمت سے مالا مال کردیا ہو، اسے سوچنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے حالت شرک ہی میں موت دے دیتا تو اس کی معافی کا معاملہ کیسے ممکن ہوسکتا تھا اور اس وقت اسے کس انجام سے دوچار ہونا پڑتا۔اس لیے اگر انسان اللہ کی طرف سے دی گئی مہلت یا ہدایت ہی پر غور کرلے تو بہ آسانی اللہ کی محبت اپنے دل میں پیدا کرسکتا ہے۔

علاوہ ازیں اللہ رب العزت جو مشکلات انسان پر ڈالتا ہے، ان کی ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ بندہ مشکل سے عبرت پکڑتے ہوئے گناہوں سے باز آجائے، حالانکہ اللہ اس وقت انسان کو موت سے بھی دوچار کرسکتا ہے۔مگر اس کی کمال مہربانی ہے کہ اس نے بندے کو اپنی اصلاح کا ایک اور موقع عنایت فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَ هُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝﴾

[الأنعام: ٤٣]

''پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ کیوں نہ گڑگڑائے بلکہ ان کے دل سخت ہوگئے اور شیطان نے ان کے لیے، جو کچھ وہ کررہے تھے، مزین بنادیا۔''

اللہ تعالیٰ تنگ دستی میں مبتلا اس لیے کرتا ہے کہ بندہ گناہوں سے توبہ کرے۔یہ تو بندے کی کوتاہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پھر بھی اطاعت نہیں کرتا۔ (جاری ہے)



یادِ رفتگاں

محقق العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
چند یادیں کچھ باتیں

(مولانا) عبدالرشید ضیاء، ستیانہ بنگلہ، فیصل آباد

محقق العصر، الشیخ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی ہم کو داغِ مفارقت دے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بارے میں ٹوٹے پھوٹے الفاظ کا سہارا لے کر چند سطور لکھ رہا ہوں۔

حضرت الشیخ سے پہلی ملاقات جامعہ اشاعت الاسلام (عارف والا) میں ہوئی۔ میں ان دنوں جامعہ مذکور میں مدرس تھا اور حضرت الشیخ سے غائبانہ تعارف تھا۔ ان کی کتب اور تحقیق کے چرچے زبان زد عوام وخواص تھے۔ بہر حال پہلی ملاقات جامعہ کے مرکزی دروازے کے باہر درخت کے نیچے اس وقت ہوئی جب حضرت الشیخ ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد وہاں جلوہ افروز تھے۔ میں شیخ کے پاس آیا، حضرت الشیخ سے سلام دعا ہوئی اور انھیں جامعہ کی لائبریری میں لے آیا۔ لائبریری میں میرے مشفق ومربی استاذ محترم حضرت مولانا رفیع الدین فردوسی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث جامعہ اشاعۃ الاسلام اور تمام اساتذہ کے ہم راہ حضرت الشیخ سے بھرپور مجلس ہوئی۔ اور عصر کی نماز کے بعد تمام اساتذہ اور طلباء حضرت الشیخ کے خیالات عالیہ سے مستفید ہوئے۔

حضرت الشیخ کا ایک خط گرامی بھی میں نے محفوظ کر رکھا ہے۔

اس کے بعد مرکز الدعوۃ السلفیہ (ستیانہ بنگلہ) میں جب تدریس کا موقع ملا تو سید حفیظ الرحمٰن گیلانی کی معرفت معلوم ہوا کہ حضرت الشیخ نے رسالہ ''الحدیث'' جاری کیا ہے۔ دل میں اسے دیکھنے پڑھنے کا بڑا شوق پیدا ہوا۔ ''الحدیث'' کے چند شمارے شائع ہو چکے تو محترم جناب ڈاکٹر خالد محمود بھٹی (حضرو) ستیانہ بنگلہ تشریف لائے، ان سے تعارف ہوا تو اُنھوں نے بتایا کہ رسالے کے ابتدائی شمارے ہاتھوں ہاتھ ختم ہو چکے ہیں اور اب نایاب ہیں، انھیں دوبارہ شائع کیا جائے گا۔ تاہم عزیزم حفیظ الرحمٰن گیلانی نے اپنے کسی عزیز سے ابتدائی نایاب شمارے مہیا کر دیے۔ میں مسلسل خود بھی ان کا مطالعہ کرتا رہا اور طلباء کرام کو بھی ان کا مطالعہ کرنے کی رغبت دلایا کرتا تھا۔ بعد میں ہر ممکن کوشش کر کے ''الحدیث'' کے تازہ شمارے حاصل کر لیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ میں نے حضرت الشیخ کو تعزیتی خط بھی لکھا اور رسالے کے حوالے سے چند ایک تجاویز بھی پیش کیں۔ جنھیں ''الحدیث'' کے شمارہ نمبر ۱۴ میں شائع بھی کیا گیا۔

حدیث کے ہر سبق میں حضرت الشیخ کا تذکرہ ہوتا تھا۔ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو مولانا سے فون پر رابطہ کر کے اسے حل کر لیا جاتا۔ میرے ساتھ آپ کا برتاؤ ہمیشہ مشفقانہ رہا۔ آپ نے اپنی مصروفیت کو کبھی ہمارے حل طلب مسئلے کے جواب میں آڑے نہیں آنے دیا۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کا نمبر بعض اوقات بند ہوتا ہے تو رابطے میں مشکل ہو جاتی ہے۔ فرمانے لگے کہ جب کوئی خاص مضمون لکھنا ہو تو موبائل کو بند کر دیتا ہوں، میں آپ کو اپنا خصوصی رابطہ نمبر دے دوں گا۔

کئی دفعہ حضرت الشیخ مجھے شرف بخشتے اور خود فون پر رابطہ کر لیتے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ستیانہ کے مدرسے سے بڑی اُلفت ہے۔ یہاں کے طلباء بڑے محنتی اور نیک ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یوں فرماتے کہ تمام اہل حدیث سلفی بھائیوں سے مجھے محبت ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ستیانہ کے مدرسے سے محبت کرتا ہوں۔

بعض اوقات لطائف کا تبادلہ بھی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت الشیخ اوکاڑا تشریف لا رہے ہیں۔ یہ خبر سن کر جامعہ کے

اساتذہ اور طلباء نے پروگرام بنایا کہ مولانا کو جامعہ میں تشریف لانے کی دعوت دی جائے۔مولانا سے رابطے کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی گئی، چنانچہ جب میں نے رابطہ کیا اور مولانا کو جامعہ میں آنے کی دعوت دی تو فرمانے لگے: میں نے لاہور سے اوکاڑا جانا ہے، واپسی پر ستیانہ آؤں گا۔ جب اوکاڑا میں کافی دیر ہوگئی تو کہنے لگے کہ اب میں لیٹ ہو گیا ہوں۔ اور شام کے بعد راستے کے پُر خطر ہونے کے اندیشے کا اظہار فرمایا۔ میں نے از راہِ تفنن عرض کی کہ آپ کو کس بات کا ڈر ہے؟ فرمانے لگے: ایک شاعر جب گھر آتا تو گھر میں داخل ہونے کے بعد دیکھ بھال کرتا لاگاتا اور پھر آرام سے سوجاتا مگر جب گھر سے باہر نکلتا تو اسے کھلا چھوڑ دیتا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ جب آپ گھر میں موجود ہوتے ہیں تو اس کی خوب حفاظت کا انتظام کرتے ہیں مگر جب آپ غیر موجود ہوتے ہیں تو دروازہ ویسے ہی کھلا چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ اس وقت حفاظت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اس نے کہا: دراصل قیمتی چیز تو میں خود ہوں، اس لیے جب موجود ہوتا ہوں تو خوب حفاظت کا اہتمام کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ فیصل آباد مکتبہ اسلامیہ تشریف لائے، کافی جدوجہد کے بعد آپ سے ملاقات کا موقع ملا۔ اس وقت حضرت الشیخ دارارقم سکول میں تشریف فرما تھے اور جب میں زیارت کے لیے حاضر ہوا تو چائے کا دور چل رہا تھا۔ ملاقات ہوئی اور اُنھوں نے شفقت سے خصوصی رابطہ نمبر عنایت دیا۔ اور فرمانے لگے: آپ جب چاہیں فون کر سکتے ہیں۔

مغرب کے بعد ایک مسجد میں درس قرآن تھا۔ نماز مغرب میں نے حضرت الشیخ کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھی۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ تشہد میں تحریک سبابہ نہیں کر رہے۔ نماز سے فراغت کے بعد میں نے پوچھا: کیا تحریک سبابہ والی روایات صحیح نہیں؟ فرمانے لگے: بلاشبہ یہ روایات صحیح ہیں اور میرا عمل بھی اس پر ہے لیکن بعض اوقات میں بھول جاتا ہوں......!

ایک دفعہ سرگودھا میں بھی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے مجھے پابند فرمایا کہ میں سید عبدالشکور اثری رحمہ اللہ کے حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے سرگودھا جاؤں۔ حسب پروگرام میں نے سرگودھا میں جمعہ پڑھایا۔ اور عصر سے مغرب تک مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی خدمت حاضر رہا۔ مغرب کے بعد حضرت الشیخ کے درس قرآن اور سوال و جواب کی نشست میں حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔ مولانا نے مختصر سی گفتگو فرمائی اور اس کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آپ سے متعدد سوال پوچھے گئے اور شیخ نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ ان کے جوابات مراحمت فرمائے۔ سوال و جواب کے بعد ان کے کمرے میں ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ کافی دیر تک مجلس ہوتی رہی اور آپ نے کمال شفقت سے مجھے پند و نصائح سے بھی نوازا۔

مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے آخری ملاقات ۲۳ دسمبر ۲۰۱۲ بہ روز اتوار کو ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ شاہ عبدالشکور رحمہ اللہ کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے تھے، اس لیے ان کی قبر پر جنازہ پڑھنے کے لیے خصوصی طور پر آئے اور جامعہ کے طلباء کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔

پروفیسر عبدالغفار صاحب اور حافظ سرور عاصم بھی ہم راہ تھے۔ جنازہ پڑھانے لگے تو فرمایا: اگر صرف اہل حدیث مقتدی ہوں تو میں جنازہ سراً پڑھاتا ہوں۔ اور اگر سبھی لوگ ہوں تو جنازہ جہراً پڑھاتا ہوں۔ اگرچہ دونوں طرح جائز ہے۔ پھر حضرت الشیخ نے چار تکبیروں کے ساتھ سری جنازہ پڑھایا اور ایک طرف سلام پھیرا۔

بالمشافہہ یہ ہماری ان سے آخری ملاقات تھی، اس کے بعد حضرت سے وقتاً فوقتاً فون پر ہی ملاقات رہی۔

بالآخر وہ وقت اجل بھی آن پہنچا جس کا ہر ایک سے وعدہ ہے۔ مولانا مسلسل کئی دن بیمار رہنے کے بعد بالآخر ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء بہ روز اتوار کو تقدیر کے فیصلے پر لبیک کہتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون ، إن العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول إلا ما يرضى ربنا ، إنا بفراقك لمحزونون .

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه .

تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ۵

تصوف نقل و عقل کی روشنی میں

ڈاکٹر ابراہیم بن محمد البریکان ترجمہ: صہیب حسن فضل حق مبارک پوری

اقسام ذوق:

ذوق کی تین قسمیں ہیں:

۱:......**ایمان کے مزے کا ذوق**: جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔ یہ ایسا ذوق ہے جو عبادت واطاعت میں پوری کوشش کرنے پر ابھارتا ہے اور اس کی ضد (نافرمانی) سے مانع ہوتا ہے، یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ اس کو عبادت واطاعت کے کاموں سے روک دے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اپنے نیک بندوں سے وعدہ کیا ہے، اس لیے دل کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں آتی جو اس کی طلب سے مانع ہوتی ہو، اللہ جل شانہ کا قول اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے:

﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾[الحجرات: ۱۴]

’’دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، آپ کہہ دیجیے کہ درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے (مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے) حالانکہ ابھی تک تمھارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔‘‘

اس آیت میں ایمان کا مزانہ چکھنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے ایمان کی نفی کر دی ہے کیوں مخاطب مسلمان ہیں نہ کہ مومن۔ درحقیقت کامل ایمان وہی ہے جو دل میں رچ بس جائے۔

۲:......**اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا ذوق**: نوع مذکور اور اِس نوع کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلی نوع (ذوق) وعدۂ الٰہی سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس سے ہے۔ اس لیے یہ پہلے سے زیادہ شرف وعزت والی نوع ہے، جیسا کہ پہلی عابد کے حال کے ساتھ مختص ہے اور دوسری مرید کے ساتھ کیوں کہ اسے (مرید کو) کوئی بھی چیز رب کے ذکر عبادت سے مشغول نہیں رکھتی اور حضرات مریدین اللہ تعالیٰ سے اپنے قرب وبعد کے اعتبار سے اس کے ساتھ قوت اُنس میں مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں سے جو اقرب ترین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کی خشیت اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔

۳:......**رب سے محجوب منقطع کا ذوق**: اتصال کا مزا ہے۔ اس کا مفہوم رب کے ساتھ قلبی اُنس ہے۔ یہ تعبیر مذکورہ تعبیر سے اولیٰ ہے بایں طور کہ اتصال کے بدلے لفظ قرب اور انقطاع یا اللہ تعالیٰ سے بُعد کے بدلے غیر اللہ کے ساتھ قلب کے اُنس کا لفظ مستعمل ہے۔ کیوں کہ اتصال کی تعبیر اہل حلول واتحاد کے مذہب کا شبہ دلاتی ہے کیوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں:

’’منقطع حقیقت میں منقطع نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمیشہ متصل ہوتا ہے لیکن وہ مشاہدے سے غائب ہوتا ہے، بلکہ جب وہ مشاہدہ کرتا ہے تو اپنے نفس کو منقطع نہیں بلکہ ہمیشہ متصل پاتا ہے۔‘‘

ذوق کے متعلق شریعت کا موقف:

شرعاً ذوق کی دو قسمیں ہیں: شرعی وغیر شرعی۔

۱: شرعی ذوق وہ ہے جو کتاب وسنت سے مدلل ہو۔ کیوں کہ ذوق بالاستقلال کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا۔

۲: غیر شرعی وہ ذوق ہے جس کے بطلان پر کتاب وسنت دلالت کرے یا اس کے بطلان پر کوئی شرعی دلیل نہ ہو۔ کیوں کہ ایسی حالت میں غیر شرعی ذوق کے متعلق یہ پتا نہیں چلتا کہ یہ شیطانی

وسوسہ ہے یا ایمانی ذوق۔ اور اس لیے بھی کہ ہر انسان کا ایک ذوق ہوتا ہے، چنانچہ وجودی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا ذوق ہی اس کے اعتقاد کی دلیل ہے۔ یہود و نصاریٰ کی نسبت بھی یہی معاملہ ہے۔ پھر کسی چیز کے ذریعے مدعیِ ذوق اپنے ذوق کی صحت کو جان کر اس پر اعتماد کرنے کے ساتھ کتاب وسنت کی دلالت کو چھوڑ دیتا ہے حالاں کہ وجودِ ذوق اس کی صحت کی دلیل نہیں بلکہ اس کے نافع ہونے کی بھی دلیل نہیں کیوں کہ کبھی وہ صاحبِ ذوق کے لیے ضرررساں بھی ہوجاتا ہے۔

ایک طرف یہ ہے دوسری طرف قرآن وسنت کے نصوص جن کے معقول ہونے میں کوئی کلام نہیں، ہر معاملے کو اپنی ہی طرف لوٹانے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ درج ذیل آیات و احادیث اسی مفہوم کی وضاحت کرتی ہیں:

❁.....﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾[المائدة:٩٢]

''اور تم اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو۔''

❁.....﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾[النساء:٦٥]

''سوقسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔''

❁.....﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ﴾

[الأحزاب:٣٦]

''اور (دیکھو) کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

❁......((تركت فيكم ما إن تمسكتم به لن تضلوا بعدي أبدا؛ كتاب الله وسنتي .))

''میں تمھارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں جس کو تھامنے کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے؛ وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔''

❁......((عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي، عضوا عليها بالنواجذ .))

''تم پر میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء کے طریقے کی اتباع لازم ہے، اسے کچلیوں والے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔''

❁......((إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه مااستطعتم، و إذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه .))

''جب تمھیں کسی بات کا حکم دوں تو حتی المقدور اس پر عمل کرو اور جب کسی چیز سے منع کردوں تو اس سے رُک جاؤ۔''

❁......((أوتيت القرآن و مثله معه .))

''میں قرآن اور اس کے ساتھ اسی کے مثل دیا گیا ہوں۔''

((مثله معه)) سے مراد سنت نبویہ ﷺ ہے۔

اس سلسلے میں دلائل زیادہ ہی نہیں بلکہ لاتعداد ہیں۔ ان تمام کا حاصل یہی ہے کہ ''ذوق'' کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ ان دونوں کے موافق ہو تو اسے برقرار رکھا جائے گا، ورنہ رد کر دیا جائے گا۔ کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ''ذوق'' کو فیصل نہیں بنایا بلکہ فیصل وہی ہے جس کو اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیتیں اسی بات پر شاہد عدل ہیں:

❁.....﴿وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾[المائدة:٤٩]

''آپ ان کے معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے

مطابق ہی حکم کیا کیجیے۔''

❁.....﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾[الأنعام:٥٧]

''حکم کسی کا نہیں بہ جز اللہ تعالیٰ کے''

غیر منزل من اللہ سے فیصلہ کرنے والے کے متعلق فرمایا:

❁.....﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ﴾[الشورى:٢١]

''کیا ان لوگوں نے (اللہ کے) ایسے شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنھوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔''

❁.....﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾[المائدة:٤٤]

''جو لوگ اللہ کی اُتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں وہ (پورے اور پختہ) کافر ہیں۔''

❁.....﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۝﴾[المائدة:٥٠]

''کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟''

کتاب وسنت کو ذوق کا میزان بنانے پر اس لیے زور دیا گیا ہے کہ ہر باطل پرست اپنے باطل کے اثبات کے لیے اپنے ذوق ہی کا سہارا لیتا ہے، یہ عمل ملحدوں اور باطل پرستوں میں عام ہے۔ (مدارج السالكين:١/ ٤٩ ومابعدها، ٣/ ٤٤٢، الجواب الصحيح: ٣/ ١٣٦، مجموع الفتاوى :١٠/ ٣٣٥، هذه هي الصوفية، ص: ٤٠)

۳۔وجد:

متاخرین صوفی جنھوں نے اپنے سلف کی مخالفت کی ہے، ان کے حصولِ معرفت کا تیسرا طریقہ ''وجد'' ہے۔

صاحب ''التعريفات'' کہتے ہیں:

''وجد وہ شے ہے جو دل میں اچانک یا اتفاقاً آتی ہے اور بلا تکلف و تصنع اسی پر لوٹا دی جاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہ وہ چمک ہوتی ہے جو چمک کر بڑی تیزی سے بجھ جاتی ہے۔''

(التعريفات للجرجاني، ص: ٢٥٠)

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وہ ''حب في الله'' یا ''بغض في الله'' کی وجہ سے قلبی اعمال کا نتیجہ اور پھل ہے۔''

قرآن کریم میں مادۂ وجد سے فعل ماضی آیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ﴾[النور:٣٩]

''اور اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے۔''

صاحب ''منازل السائرين'' نے درج ذیل آیت مبارکہ سے ''وجد'' پر استشہاد کیا ہے:

﴿وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا۝﴾[الكهف:١٤]

''ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے تھے جب کہ یہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے، ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور کو پکاریں اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کہی۔''

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ عمدہ استشہاد اور بہترین استدلال ہے کیوں یہ لوگ (اصحاب کہف) اپنی کافر قوم کے درمیان اپنے کافر بادشاہ کی خدمت پر مامور تھے۔ انھیں بہ توفیق الٰہی ایمان کی حقیقت اور اس کی توفیق نصیب ہوئی، ایمان کی حلاوت

کو اُنھوں نے چکھا، ایمان ان کے دلوں میں جاگزیں ہو چکا تھا، چنانچہ اُنھوں نے قوم کے درمیان کھڑے ہو کر (علی الاعلان) کہا: ہمارا رب وہی ہے جو آسمان وزمین کا رب ہے۔''

ابن قیم رحمہ اللہ ایک دوسرے مقام پر صوفیوں ہی کے الفاظ میں وجد کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''وہ محبت وشوق اور تعظیم وتکریم وغیرہ سے عبارت ہے جو دل میں اچانک آتی ہیں اور اسی پر لوٹا دی جاتی ہیں۔''

(مدارج السالکین:۳/۶۹،۷۰)

"وجد" کا لفظ حدیث شریف میں بھی آیا ہے، صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الإيمان...... إلخ .))

''تین خصلتیں جن کے اندر ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا:

۱: اللہ اور اس کے رسول اس کی نظر میں ساری چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

۲: آدمی کی محبت اللہ ہی کے لیے ہو۔

۳: اللہ تعالیٰ نے جب اسے کفر سے نجات دلا دی ہو تو وہ کفر میں دوبارہ لوٹنا ویسے ہی ناپسند کرے جس طرح وہ آگ میں جھونکا جانا ناپسند کرتا ہے۔''

وجد وذوق کے درمیان فرق:

صاحب ''منازل السائرين '' کا خیال ہے کہ ذوق، وجد سے زیادہ محکم وثابت ہوتا ہے۔ کیوں کہ ذوق کا اثر دل میں دیرپا ہوتا ہے اور وجد کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دل کو مبتلائے سوزش وقلق کرنے کے بعد رخصت ہو جاتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ کے خیال میں وجد، ذوق سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وجد کو ذوق سے فائق اور اس سے اعلیٰ ترین مقام پر رکھا ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تین خصلتیں جس کے اندر پائی جائیں گی وہ ان کے ذریعے ایمان کی حلاوت پالے گا۔'' ذوق کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ذاق طعم الإيمان .))

''اس نے ایمان کا مزا چکھ لیا۔''

چنانچہ کسی شے کے چکھنے کے بعد اس کی حلاوت پانا اس کے محض چکھنے سے زیادہ خاص ہے۔ اور جب حلاوت (مٹھاس) طعم (مزا) سے أخص ٹھہری تو مجرد ذوق سے أخص وجد کو اُس سے ملا دیا گیا، اس طرح أخص کو أخص کے ساتھ (اور) أعم کو أعم کے ساتھ ملا دیا گیا۔ (مدارج السالکین:۳/۸۹)

پھر موصوف نے مذکورہ توجیہ کے اندر مزید رنگ بھرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دعویٰ کرنا کہ وجد ہی صرف قلب کی آنچ اور لپٹ ہے، محل نظر ہے کیوں کہ لغت میں وجد کا مادہ ثبوت پر دلالت کرتا ہے، کہا جاتا ہے کہ "وجد الشيء وجدا ." یہ اس وجود سے ماخوذ ہے جس کے اندر ثبوت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ "وجد الشيء يجده وجدانا ." اس میں واجد کے لیے شے کے حصول اور تثبت کا معنی پایا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وجد کا مادہ ثبوت ودوام پر دلالت کرتا ہے، درج ذیل آیتیں اسی مفہوم کا پتا دیتی ہیں:

❁....﴿وَوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ﴾[النور:۳۹]

''وہ اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے۔''

❁....﴿ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء:۱۱۰]

''(جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے) پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربانی کرنے والا پائے گا۔''

(باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

فکر ونظر

قرآن وسنت کو سپریم لا قرار دینے کی آئینی جدوجہد کی ضرورت

عطاء محمد جنجوعہ

پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے پون صدی گزر گئی۔ دینی جماعتوں نے اسلامی قانون کی حکمرانی کے لیے ہر حربہ آزمایا لیکن قرآن وسنت کو آئینی لحاظ سے سپریم لا کا درجہ دلانے میں ناکام رہے۔

کرۂ ارض پر طاغوتی قوتوں نے مسلم دنیا میں نسلی ولسانی اور مذہبی فسادات بھڑکا کر خانہ جنگی کی کیفیت سے دوچار کر دیا ہے۔ افغانستان، عراق، مصر اور شام میں لاکھوں افراد لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔

پاکستان کے شمالی علاقے بھی اس کشت وخون کی لپیٹ میں آچکے ہیں۔ ایسی صورت میں قانون ہاتھ میں لینا خانہ جنگی کو دعوت دینے کے مترادف ہے کہ یہ کام تو حکومت کے کرنے کا ہے۔ اس لیے دینی جماعتوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دعوت واصلاح کا فریضہ حکمت عملی سے زبانی طور پر سرانجام دیں۔ البتہ اگر آئین یا قانون میں کسی قسم کا شرعی سقم ہو تو اس میں ترمیم کے لیے پُرامن جدوجہد جاری رکھیں۔

آئینی لحاظ سے قرآن وسنت کو سپریم لا بنانے کی تجویز پیش خدمت ہے۔

وطن عزیز بے پناہ قربانیوں کی بدولت معرض وجود میں آئی۔ پچاس لاکھ مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ ہندو اور سکھ بلوائیوں نے ۸۰ ہزار مسلم خواتین کو اغوا کیا۔ پانچ لاکھ مسلمان شہید ہوئے پاکستان کے ہر آئین میں نظریہ پاکستان کے تصور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کی رو سے وطن عزیز کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' رکھا گیا۔ صدر اور وزیراعظم کا مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ اسلامی اقدار کے تحفظ، اسلامی اُصولوں کی پیروی اور اسلامی طرز زندگی کے فروغ کی ضمانت فراہم کی گئی۔ مزید وضاحت کی گئی کہ کوئی قانون کتاب وسنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا۔ پہلے سے رائج قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق ڈھال دیا جائے گا۔ تاہم یہ اختیار ارکان پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔

آزادی کے بعد پاکستان امریکی ملاک سے منسلک ہے۔ امریکی آئین ۱۷۸۷ء میں فلاڈلفیا میں منعقدآئینی کنونشن میں بارہ ریاستوں کے پچیس نمائندوں نے تحریر کیا۔ امریکا میں انسانی خود ساختہ دستور کو بالادستی اس حد تک حاصل ہے کہ امریکی سپریم کورٹ کانگرس، ریاستی مجالسِ قانون ساز کے قوانین اور صدر و ریاستی گورنروں کے صادر احکامات کو اس بنا پر کالعدم قرار دے سکتی ہے کہ وہ آئین سے مطابقت نہیں رکھتے یا آئین کی بنیادی روح کے خلاف ہیں۔ سپریم کورٹ کے اس آئینی اختیار کو عدالتی نظر ثانی کا اختیار کہا جاتا ہے۔ آئین کی تشریح کا فریضہ بھی سپریم کورٹ ہی سرانجام دیتی ہے۔ اس بنا پر امریکی سپریم کورٹ آئین کا محافظ ادارہ ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے مطالعہ کریں:

The constitution of U.S.A. by M.Rafiq Butt. Mansoor book house, Lahore.)

لیکن پاکستان میں سپریم کورٹ اپنے عدالتی فیصلوں پر بعض فنی وجوہ یا نئے شواہد کی روشنی میں نظر ثانی کرنے کا اختیار رکھتی ہے، وہ بھی اس صورت میں کہ پارلیمنٹ کا قانون اس کے راستے میں حائل نہ ہو۔

پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت کسی فرد، ادارے، صوبائی حکومت

اور وفاقی حکومت کی درخواست پر کسی قانونی نکتے کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا جائزہ لے سکتی ہے۔ اگر اس عدالت کی نظر میں وہ قانون اسلامی تعلیمات سے متصادم ہو تو عدالت کے فیصلے کے دن سے وہ قانون کالعدم متصور ہو گا، تاہم عدالت کے فیصلے کا نفاذ سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی مدت کے خاتمے کے بعد شمار ہو گا۔

مثال کے طور پر مقامی شرعی عدالت نے سود کو حرام قرار دیا ہے، حکومت نے ایک بینکر کے ذریعے سود کے خاتمے کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی۔

اسلامی نظریاتی کونسل کا مقصد ملک میں رائج الوقت قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے لیے قانون ساز اداروں کی راہ نمائی کرنا ہے۔ کونسل سفارشات پیش کر سکتی ہے، پارلیمنٹ انھیں منظور کرے یا نہ کرے یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔ اس لیے اس معاملے اسے بے اختیار ادارہ ہی سمجھنا چاہیے۔

وفاقی شرعی عدالت یا اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے مسلمان شہریوں کے دینی جذبات کے احترام میں قائم کیے گئے ہیں، ورنہ آئینی لحاظ سے ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ پاکستان میں اللہ کے نازل کردہ دستور کا نفاذ پارلیمنٹ کی منظوری کا محتاج ہے جب کہ امریکا میں انسانی دستور کو سپریم لا کی حیثیت حاصل ہے۔ پارلیمنٹ اس کے تابع ہے۔

پاکستان امریکا کی طرف سے سماجی، معاشی، معاشرتی اور جنسی آزادی کے پیکج پر عمل پیرا ہے۔ غور طلب پہلو ہے کہ یہ اس کے آئینی طریقے سے منحرف کیوں ہے......!!!

اس لمحہ حکومتِ وقت کی یہ سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ نظریہ پاکستان کی آئینی تکمیل کے لیے قومی اسمبلی میں بل پیش کرے جس کے متن خاکہ کچھ اس طرح ہو:

”پاکستان کا دستور قرآن حکیم اور تعلیماتِ خاتم النبیین ﷺ ہو۔ مجلس شوریٰ اس کے نفاذ کا طریقہ کار وضع کرے۔ اور اس کی روشنی میں جدید دور کے مسائل کے حل کے لیے اجتہادی نوعیت کے فیصلے صادر کیے جائیں بہ شرط کہ وضع شدہ قوانین قرآن وسنت سے متصادم نہ ہوں۔

وفاقی شرعی عدالت/ سپریم کورٹ آف پاکستان کو یہ آئینی حق حاصل ہو کہ وہ مسلم شہری/ ادارہ یا حکومت کی جانب سے درخواست پر قومی وصوبائی اسمبلی کے قوانین اور صدر یا صوبائی گورنروں کے صادر احکامات کو اس بنا پر کالعدم قرار دے سکتی ہو کہ وہ قرآن وسنت سے مطابقت نہیں رکھتا۔“

وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے جبری جلاوطنی کے دوران بیت اللہ شریف میں اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ اگر انھیں اب موقع ملا تو وہ پاکستان میں اسلامی قانون نافذ کر دیں گے۔ اور اب اس کیے گئے وعدے کی تکمیل کا وقت ہے۔ میاں صاحب! اس وعدے کی ایفا کا عزم کیجیے، اللہ تعالیٰ یقیناً آپ کو دشمنوں کی شر انگیزی اور ان کے فریب سے محفوظ رکھے گا، ان شاء اللہ۔

قومی اسمبلی میں قرارداد پیش نہ ہو، یا پیش تو ہو جائے مگر پاس نہ ہو سکے تو عوام حق ہدایت کے ذریعے قرآن وسنت کی حکمرانی کے لیے جدوجہد کریں۔ پروفیسر امتیاز احمد خان نے حق ہدایت کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

”حق ہدایت (Initiative) کے ذریعے رائے دہندگان کی ایک مقررہ تعداد قانون کا مسودہ تیار کر سکتی ہے یا کسی قانون یا آئین میں ترمیم پیش کر سکتی ہے۔ اور پھر یہ مطالبہ کر سکتی ہے کہ اسے متفقہ منظور کرے یا اسے عوام کی منظوری کے لیے پیش کیا جائے۔ حق ہدایت عوام کا مثبت اختیار ہے جس کی رو سے عوام مقنّنہ کو مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ اُن کی منشا کے مطابق کوئی قانون وضع کرے اور منظور کرے۔ حق ہدایت کے ذریعے لوگ قانون سازی کے متعلق اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنا سکتے ہیں۔ اور عوام اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ ایسا

قانون بھی پاس کرواسکیں کہ جسے مقنّنہ قانون بنانے کے لیے تیار نہ ہو۔حق ہدایت عوام کو موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے قوانین بناسکیں، بجائے اس کے کہ وہ اس بات کا انتظار کرتے رہیں کہ مقنّنہ میں اُن کے نمائندے اُن کے لیے قانون بنائیں گے۔

حق ہدایت کی منضبط شکل(Formulated) یہ ہے کہ ووٹروں کی خاص تعداد مقنّنہ کو ایک مکمل مسودہ بل پیش کرتی ہے اور پھر مقنّنہ اس مسودے کو عام ووٹروں کی منظوری کے لیے پیش کرتی ہے۔

غیر منضبط شکل یہ ہے کہ ووٹروں کی خاص تعداد کسی قانون کے متعلق اپنے مطالبے کو عام تجویز کی شکل میں مقنّنہ کے سامنے پیش کرتی ہے، پھر مقنّنہ کا فرض ہے کہ اس تجویز کی روشنی میں مسودہ (Bill) تیار کرے اور اسے منظور کرکے عوام کی توثیق کے لیے پیش کرے۔حق صداقت کو قانونی طور پر عملی جامہ پہنانے کے لیے استصواب رائے کرنا لازمی ہے۔'' (مطالعہ دساتیر،ص:۴۰۸)

حق ہدایت کا یہ اختیار سوئٹزر لینڈ کے شہریوں کو حاصل ہے۔پاکستان کا اسلام پسند طبقہ جو ووٹ بینک میں اضافے کا نہیں بلکہ اللہ کی خوش نُودی کا طلب گار ہو، میدان عمل میں آئے اور آئینی ماہرین سے صلاح مشورہ کرکے حق ہدایت کے ذریعے قرآن وسنت کی حکمرانی کے لیے جدوجہد کرے۔

مذکورہ بالا قرارداد کے متن پر مذہبی نظر ثانی کرنے کے بعد اتفاق رائے سے یک جہتی کا مظاہرہ کیا جائے، اس پر ملک کے مختلف صوبوں کے محبِّ وطن احباب کے دستخط لیے جائیں، پھر قومی اسمبلی میں حق ہدایت پیش کیا جائے تاکہ قومی اسمبلی کارروائی کرنے کے بعد حق ہدایت کی منظوری کے لیے ریفرنڈم کرانے کی سفارش کرے۔

خدانخواستہ مقنّنہ یہ کہہ کر درخواست واپس کردے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی روشنی میں عوام کو اپنی پسند کے نمائندے منتخب کرنے کے بعد حق ہدایت کا اختیار حاصل نہیں تو اس صورت میں قرآن وسنت کی حکمرانی کی قرارداد کی منظوری کی خاطر استصواب رائے کرانے کے لیے پٹیشن (Petition) تیار کی جائے جسے آئینی ماہرین سے مشورہ کرنے کے بعد ریفرنڈم کے انعقاد کے لیے صدر پاکستان/قومی اسمبلی میں دائر کیا جائے۔اور عوامی سطح پر رائے ہموار کرنے کی پُر اَمن جدوجہد کی جائے۔

خدانخواستہ مسئلہ حل نہ ہو تو سپریم کورٹ کے دروازے پر دستک دی جائے۔اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام کی حکمرانی کے لیے جمہور عوام کو قانون سازی کا اختیار حاصل کیوں نہیں ہوسکتا......!

پاکستان کی تاریخ میں فوجی جرنیل اپنے اقتدار کی خاطر دو دفعہ ریفرنڈم کراچکے ہیں، عالمی ممالک نے ان کے ساتھ تجارتی وسفارتی تعلقات بدستور قائم رکھے، چنانچہ نظریہ پاکستان کی تکمیل کے لیے ریفرنڈم کا انعقاد وقت کا ناگزیر تقاضا ہے۔

چند نکات پیش خدمت ہیں۔مستند حوالہ جات کی روشنی میں پٹیشن تیار کی جائے:

۱: دوقومی نظریے کی ضرورت اور نظریہ پاکستان کا تاریخی ارتقا۔

۲: تحریک پاکستان کے دوران بے پناہ قربانیوں کا جامع انداز میں تذکرہ۔

۳: تقسیم ہند کے دوران پچاس لاکھ مسلمانوں کی ہجرت کا مقصد۔

۴: ہندو سکھ بلوائیوں کی دہشت گردی کے واقعات۔(پانچ لاکھ مسلمان شہید ہوئے اور اسی ۸۰ ہزار مسلمان دوشیزائیں اغوا ہوئیں۔)

۵: تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیڈروں کا قرآن وسنت کو دستور بنانے کا عزم۔

۶: قرارداد مقاصد میں مذکور ہے:

''مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور

اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات اور مقتضیات کے مطابق جس طرح قرآن پاک وسنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے، ترتیب دے سکیں۔''

اس لیے قانون سازی کے عملی میدان میں قرآن وسنت سے کنارہ کشی کسی صورت بھی روانہیں ہوسکتی۔

۷: وطن عزیز کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' ہے۔عوام کے منتخب نمائندوں کی بجائے اگر عوام ریفرنڈم کے ذریعے قرآن وسنت کی حکمرانی کے لیے آئین میں ترمیم کی اجازت دیں تو آئین کے مطابق یہ عمل درست ہوگا، اس لیے ریفرنڈم کرانے کی اجازت دی جائے۔

۸: پاکستان میں نسلی ولسانی اور مذہبی فسادات برپا ہیں۔صدیوں قبل مخبر صادق محمد ﷺ نے گمراہی سے بچنے کا نسخہ تجویز کر دیا تھا:

((تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما؛ كتاب الله و سنة رسوله .))

(موطأ إمام مالك)

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں پر عمل کرتے رہو گے، گمراہ نہیں ہو گے؛ ایک اللہ تعالی کی کتاب اور دوسری اس کے رسول کی سنت۔''

امریکی آئین کو پچاس افراد نے تحریر کیا۔ امریکا کا وفاق اور ریاستیں اس آئین کی روشنی میں قانون سازی کرسکتی ہیں۔بہ صورت دیگر سپریم کورٹ نظر ثانی کرنے کے بعد یہ کہہ کر رد کرسکتی ہے کہ یہ امریکی آئین کے خلاف ہے۔مسلمانوں کا آئین قرآن حکیم جس کو اللہ تعالی نے نازل فرمایا، صاحب قرآن محمد ﷺ کو بھی اس میں ردو بدل کرنے کا اختیار نہیں:

﴿قُلۡ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنۡ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلۡقَآيِٕ نَفۡسِيٓۖ إِنۡ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّۖ﴾ [يونس: ١٥]

''آپ فرمادیجیے: میرے لیے ممکن نہیں کہ میں اپنی طرف سے اسے (قرآن کو) بدل دوں، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف کی جاتی ہے۔''

امام کائنات محمد ﷺ کے حکم اور عمل کی پیروی ہی میں ملت اسلامیہ کی نجات اور کامیابی پوشیدہ ہے۔اور اسی طرح آپ ﷺ کے فرمان میں کسی بھی انداز میں ترمیم کرنے کی کسی صحابی کو بھی اجازت نہیں۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ اللہ کے قرآن اور خاتم النبیین ﷺ کے فرمان جیسے محکم اور قطعی قانون کا نفاذ پاکستان میں ارکان پارلیمنٹ کا محتاج ہے......!!!

ضرورت اس امر کی ہے جس طرح امریکا میں انسانی ساختہ آئین کو محور سمجھ کر قانون سازی کی جاتی ہے، اسی طرح پاکستان میں قرآن و سنت کو اتھارٹی تسلیم کیا جائے اور قرآن وسنت کے منافی قوانین کو ختم کرنے کا اختیار اسلامی نظریاتی کونسل/ وفاقی شرعی عدالت یا سپریم کورٹ کو دیا جائے۔تحریک پاکستان کے دوران کیے گئے وعدے کو پورا کرنا مسلم لیگ کی قومی ذمہ داری ہے:

﴿وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا﴾

[الإسراء: ٣٤]

''اور عہد پورے کرو کیوں کہ عہد کے بارے میں خصوصی باز پرس کی جائے گی۔''



دعائے صحت

ہفتہ رفتہ میں ممتاز عالم دین حضرت مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ (خطیب جامع مسجد محمدی اہل حدیث، راولپنڈی) عارضہ قلب کے باعث شدید علیل ہو گئے تھے۔اب الحمد للہ روبہ صحت ہیں۔قارئین الاعتصام و احباب جماعت مولانا کی مکمل صحت یابی کے لیے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں شفائے کامل و عاجل سے نوازے، آمین۔ اللهم اشفه شفاء كاملا عاجلا . (ادارہ)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

فقہ الاحکام من فتاوی شیخ الاسلام

بہ اہتمام: مولانا حافظ عبدالحمید عامر

ضخامت: ۶۰۸ صفحات

خصوصیات: مضبوط اور خوب صورت جلد، عمدہ سفید کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ، بڑا کتابی سائز۔

ناشر: مکتبہ اسلامیہ، بالمقابل رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ رابطہ نمبر: 042-37244973

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

شیخ الاسلام والمسلمین امام تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ بہ یک وقت مفکر بھی تھے اور مجاہد بھی، آپ نے جس طرح اپنے قلم سے باطل کی سرکوبی کی اسی طرح اپنی تلوار کو بھی ان کے خلاف خوب استعمال کیا۔ اور باطل افکار و خیالات کے خلاف ہر دم سرگرم عمل اور مستعد رہے۔

پیش نظر کتاب، کتاب و سنت پر مبنی ان فتاوے کے مجموعہ ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے قرآن و سنت سے اعراض برتنے والوں اور مبتدعین کے رد میں تحریر فرمائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے یہ فتاوے ۳۷ جلدوں کی صورت میں محفوظ ہیں۔ اور عربی زبان میں ہیں۔ عوام کے لیے ان سے استفادہ قریب قریب ناممکن تھا۔ ضرورت کے مطابق ان کا انتخاب از حد ضروری تھا کہ جس میں نہ تو کتاب کی طوالت استفادے سے آڑے آسکے اور نہ ہی عربی زبان سے ناواقفیت۔ اللہ بھلا کرے داعی کتاب و سنت مولانا حافظ عبدالغفور جہلمی رحمہ اللہ کا کہ اُنھوں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے فتاوے کا وہ حصہ جس میں اتباع قرآن و سنت اور فقہی مذاہب کے اُصول ہیں، کو جمع کرنے کا بیڑا اُٹھایا، آگے حافظ عبدالحمید عامر صاحب کی زبانی سنیے:

> ''انھوں نے مولانا بشیر احمد سیالکوٹی اور دیگر مترجمین کی ایک ٹیم کو یہ ہدف دیا اور انھیں ہر طرح کے ضروری وسائل بھی فراہم کیے۔ ترجمے کا کافی کام ان کی زندگی میں ہی مکمل ہوگیا۔ بعد میں برادرِ اکبر حضرت علامہ محمد مدنی رحمہ اللہ نے بھی اس کام کی تکمیل میں خاصی دل چسپی لی مگر زندگی نے انھیں بھی مہلت نہ دی۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے آج ۳۲ سال بعد مجھے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عنایت کی۔ اور اب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔'' (ص:۱۶)

کتابی صورت میں اور خوب صورت انداز میں شائع کرنے کا اعزاز مکتبہ اسلامیہ کے ڈائریکٹر جناب محترم محمد سرور عاصم حفظہ اللہ کو نصیب ہوا ہے کہ خوانندگانِ گرامی ایک مدت سے ترتیب دیے ہوئے ان عظیم و مفصل فتاویٰ جات کو جو اتباعِ قرآن و سنت اور ائمہ و فقہا کے اقوال کی روشنی میں تھے، ملاحظہ فرمائیں گے۔ اللہ کریم ان فتاویٰ کو شائع کرنے، ترتیب دینے اور انتظام کرنے والوں کی محنت کو قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔



مختصر منہاج السنۃ النبویۃ (دو مجلدات)

مصنف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
حواشی، اختصار و ترجمہ: پیرزادہ شفیق الرحمٰن الدراوردی
ناشر: دار المعرفۃ الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور
تبصرہ نگار: موہب الرحیم

ساتویں صد ہجری پر آشوب صدی تھی۔اس صدی میں جہاں تاتاری اپنے لاؤلشکر کے ساتھ اسلام کو مٹانے کے درپے تھے اوران کی تلواریں مسلمانوں کے خون کی پیاسی تھیں، وہیں باطل پرست اپنے من پسند دین کو پھیلانے والے علماء سوء بھی اپنا زور ِبازو لگارہے تھے۔ مگر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۰﴾[التوبۃ:۳۲]

''وہ ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونھوں سے بجھا دیں ،جب کہ اللہ کافروں کے ناچاہنے کے باوجود اپنا نور (دین) مکمل کرنے والا ہے۔''

دین کی حفاظت کے لیے، جوتر دید باطل کے بغیر ممکن نہیں ، اللہ تعالیٰ نے بڑی عبقری شخصیت کو پیدا فرمایا، جس کے قلم کی جولانی اور تلوار کی تیزی ایک سی تھی ۔ یہ شخصیت ''تقی الدین ابو العباس شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام رحمہ اللہ ''المعروف ابن تیمیہ کی تھی ۔

آپ کے پاس ایک ساتھی امامی اثنا عشری شیعہ کی تائید میں ''حسین بن یوسف بن علی المعروف بابن المطہر (م۷۲۶ھ) کا لکھا ایک رسالہ بنام ''منهاج الكرامة في معرفة إثبات الإمامة'' لے کر آیا اوراس کا جواب طلب کیا۔

اس رسالے کا مصنف عقلیات سمیت کئی ایک علوم میں متبحر اور نصیر الطوسی (م۶۷۲ھ) کا خاص شاگرد تھا۔

شیخ الاسلام نے چار جلدوں میں اس مختصر کتاب کا دندان شکن جواب دے کر اس کے افتراءات کی قلعی کھول دی۔

یہ جواب ''منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية ''کے نام سے معروف ومتداول ہے۔امام ذہبی نے ''المنتقی'' کے مقدمے میں اس کو ''منهاج الاعتدال في نقض كلام الرفض والاعتزال'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔

افادۂ عام کے لیے ضروری تھا کہ اس کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالا جائے اور طوالت کو ختم کرنے کے لیے ان ضمنی مسائل کو حذف کردیا جائے جن کا تعلق براہ راست موضوع زیر بحث سے نہیں تھا۔ چنانچہ مولانا شفیق الرحمان صاحب نے بہ خوبی اس تقاضے کو پورا کیا اور یوں اس کتاب سے استفادہ کہیں آسان ہوگیا۔ اگر چہ اس پہلے دو اختصاروں کی ترجمانی اردو میں ہوچکی ہے، ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱: امام ذہبی کی المنتقٰی من منهاج الاعتدال .
۲: ابن غنیمان کی اختصار منهاج السنة النبوية .

یہ دونوں اختصار مُخل سے معلوم ہوتے ہیں۔ جب کہ زیر تبصرہ اختصار ان دونوں کی نسبت کافی بہتر ہے۔ایک تو اس میں علم کلام سے متعلق ابحاث کے علاوہ بہت کم عبارتیں حذف ہیں ، دوسرا ''العواصم من القواصم'' لابن العربی (م۵۴۳ھ) اور ''المنتقٰی'' از امام ذہبی (م۷۴۸ھ) پر محبّ الدین الخطیب کے حواشی سے بھی خوب استفادہ کیا گیا ہے۔آیات واحادیث کے علاوہ آثار واخبار کی تخریج کا اہتمام بھی کیا گیا ہے اور حواشی میں رجال کا تعارف بھی ذکر کردیا گیا ہے۔یوں یہ اختصار پہلے دونوں اختصاروں پر فوقیت رکھتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کتاب کو ناشرین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جہاں علمی و مدلل جوابات پر مشتمل ہے وہاں اقناعی جوابات سے بھی پر ہے اوراس کی وجہ مصنف کی ذہانت ہے، مثلاً:

رافضی اہل السنۃ پر ایک اعتراض یہ بھی کرتا ہے کہ اہل السنۃ قیاس کوتسلیم نہیں کرتے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ جواب دیتے ہیں کہ اہل السنۃ کے قیاس کے متعلق دوقول ہیں۔ایک نفی کا،ایک اثبات کا۔چاہوتوسنی ہوجاؤاورقیاس کونہ مانواگرقیاس کوحق نہیں مانتے۔اوراگرحق مانتے ہوتو سنی ہو جاؤ اور قیاس کوترک نہ کرو۔

رافضی لکھتا ہے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے جمعہ کے دن دوسری اذان کی بدعت ایجاد کی۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ جواب دیتے ہیں کہ بدعت کس کوکہتے ہیں؟ جوکام پہلے نہ ہویا جوبغیر دلیل کے ہو؟ اگر بدعت وہ ہوتی ہے جوبغیر دلیل کے ہوتو علی رضی اللہ عنہ کے پاس اہل قبلہ کوقتل کرنے کی دلیل موجودتھی؟!اور اگر بدعت وہ کام ہے جو پہلے نہ ہوتو علی رضی اللہ عنہ سے پہلے کسی حاکم نے اہل قبلہ سے قتال نہیں کیا۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بہ قول شیعہ کی مثال نصاریٰ کی سی ہے۔ یہودی اگر عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر اعتراض کریں تو عیسائیوں کے لیے جواب دینا ممکن نہیں، یہ صرف اہل اسلام کے لائق ہے۔اسی طرح خوارج علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کریں تو روافض ان کا جواب نہیں دے سکتے، یہ صرف اہل السنۃ کے لیے ممکن ہے۔

یوں بھی نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں جوبھی دلیل دیں گے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے بارے میں زیادہ ثابت اور واضح ہوگی۔اسی طرح کوئی بھی رافضی علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے متعلق جو دلیل دے گا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں زیادہ واضح ہوگی۔

اسی طرح مطاعن سے دفاع کا معاملہ ہے کہ جس ذریعے سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر طعن کو دور کریں گے وہ ابوبکر،عمر،عثمان رضی اللہ عنہم پر ہونے والے طعن سے براءت میں زیادہ واضح ہوگا۔

کتاب ہذا میں ایسے کئی ایک قواعد موجود ہیں۔

لسان المیزان (۳/۲۳۷) میں مرقوم ہے کہ ابن المطہرکو یہ جواب دکھایا گیا تو وہ کہنے لگا: ''جو میں کہتا ہوں،اگرابن تیمیہ سمجھتا ہوتا تو میں اس کوجواب دیتا۔''

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود ابن المطہر کوبھی جرأت نہ ہوسکی کہ وہ جواب الجواب کے لیے کوشش کرے۔

بہرحال پیش نظر کتاب کا مطالعہ علم ہرمتلاشی کوکرنا چاہیے۔



تصحیح

مولانا محمد یوسف راجووالوی رحمہ اللہ کے متعلق گزشتہ شمارے میں ادارتی صفحے میں سہواً تحریر ہوگیا کہ مولانا مرحوم کی بڑی بیٹی مولانا عبداللہ یوسف کے نکاح میں ہے۔جب کہ اس بیٹی کا نکاح مولانا عبداللہ یونس سے ہوا تھا جو دارالحدیث اوکاڑا میں مدرس بھی ہیں۔دوسرا یہ کہ ان کے استاذ گرامی کا نام مولانا محمد داود راشد نہیں بلکہ محمد داود ارشد تھا۔قارئین تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

بقیہ: فهرست کتب

۸۹۳ء۲۹۷ غلام احمد قادیانی
غ ۳۵ت توضیح مرام،ص:۸۸۔مطبع ریاض،امرتسر۔

۸۹۳ء۲۹۷ غلام احمد
غ ۳۵ج جنگ مقدس،ص:۲۱۱۔مطبوعہ ریاض ہند پریس،امرتسر۔
محقق العصر،فضیلۃ

۸۹۳ء۲۹۷ محمد شاہد
ش ۲۸ج جماعت احمدیہ پراعتراضات کاعلمی جائزہ،ص:۸۰۔ احمد اکیڈمی،ربوہ۔

۸۹۳ء۲۹۷ غلام احمد قادیانی
غ ۳۵ح حمامۃ البشریٰ (اُردو)،ص: ۱۷۱۔ ۳۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام،لاہور۔

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور

۲۹۷ء۸۹۳ اشرف علی تھانوی (مجموعہ۴ کتب)
ا۵۵۴خ الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح،ص:۳۲۔ مطبع مہتاب پریس، دہلی۔
۲۔محمد سرفراز۔عمدۃ الاثاث فی حکم طلقات الثلاث، ص:۱۲۸۔ مطبع اشرف پریس، لاہور۔
۳۔محمد اسلم۔مبادی الاثار فی اُصول الاخیار،ص:۶۰۔ فیاض پرنٹنگ پریس، لاہور۔
۴۔محمد سرفراز۔ رسالہ تراویح،ص: ۶۰۔ ناشر: انجمن اسلامیہ، گوجرانوالہ۔
۲۹۷ء۸۹۳ بشیرالدین محمود احمد
ا۲۷۲خ خطبات النکاح،ص:۳۰۰۔سٹیم پریس، قادیان۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد قادیانی
غ۳۵ت اِسلامی اُصول کی فلاسفی ،ص: ۱۳۸۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔
۲۹۷ء۴۹۱ عبدالمجید
ع۳۱۲ا اسباب اور علاج،ص:۵۱۔الدارُالعلمیۃ، انڈیا۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد قادیانی (مجموعہ۲ کتب)
غ۳۵ب براہین احمدیہ (چہار حصص)، ص: ۳۵۷۔ سفر ہند پریس، امرتسر۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد قادیانی
غ۳۵ب براہین احمدیہ (حصہ پنجم)، ص: ۲۳۱۔ جماعت احمدیہ، ربوہ۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد قادیانی
غ۳۵ب براہین احمدیہ (حصہ پنجم)، ص: ۲۵۰۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔
۲۹۷ء۸۹۳ ممتاز احمد
م۵۵ب بشارات احمدیہ (حصہ اول)،ص:۳۰۴۔احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔
۲۹۷ء۸۹۳ ممتاز احمد
م۵۵ب بشارات احمدیہ (حصہ دوم)،ص: ۳۲۳۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔
۲۹۷ء۸۹۳ ممتاز احمد
م۵۵ب بشارات احمدیہ (حصہ سوم)،ص: ۲۱۶۔احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔
۲۹۷ء۸۹۳ محمد علی
ع۹۲ت تحریک احمدیت ،ص: ۲۲۳۔احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔
۲۹۷ء۸۹۳ محمد علی
ع۹۲ت تحریک احمدیت (حصہ اول)،ص:۲۳۶۔احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور۔
۲۹۷ء۸۹۳ غلام احمد قادیانی (مجموعہ۵ کتب)
غ۳۵ت تحفہ قیصریہ،ص:۲۴۔
۲۔ستارہ قیصرہ،ص:۱۲۔ مطبع ضیاءالاسلام، قادیان۔
۳۔تفسیر القرآن،ص:۲۴۰۔احمدیہ مشن پریس، قادیان۔
۴۔مکتوبات احمدیہ (حصہ اول)،ص:۹۴۔
۵۔میر حامد سیالکوٹی۔دعوت دہلی،ص:۲۴۔ مطبع ضیاء الاسلام، قادیان۔

(باقی صفحہ نمبر ۳۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

حمد

نعت لکھوں کہ درِ حمد و ثنا باز کروں
ہر مقالے کا ترے نام سے آغاز کروں
کرکے منسوب تری ذات سے کچھ لفظ نئے
اپنے ناچیز حوالوں کو سرافراز کروں
رات کی جھیل میں جب آس کے تارے ڈوبیں
مشعلِ زہد کو تنہائی کا دَم ساز کروں
یہ تخیل کی اُڑانیں بھی ہیں بخشش تیری
خاکِ صحرا ہوں مگر چاند پہ پرواز کروں
سنگ کے پیٹ میں ایک کِرم کو پالا تُو نے
کیا قلم بند ترے لطف کے انداز کروں
سر بلند اتنا کیا مجھ سے فرومایہ کرو
کم ہے جتنا بھی عطاؤں پہ تری ناز کروں
حمد کے حرف نئی سوچ سے ڈھونڈیں راسخ
بس چلے میرا تو جبریل علیہ السلام کو ہم راز کروں

(راسخ عرفانی)